



OVER 15 MILLION COPIES SOLD

DALE CARNEGIE

URDU TRANSLATION

زینہ دباؤ سے نجات

ٹینشن اور ڈپریشن سے چھٹکارے کے لئے زریں اصول اور سنہرے طریقے



صفحہ نمبر	عنوان
34	آواز اور لب و لہجے میں دلکشی پیدا کیجئے
35	دل میں محبت اور ہمدردی کا جذبہ پیدا کیجئے
38	غلط فیصلے نہ کیجئے
44	الفاظ بد لیے کامیاب ہو جائیے
54	ذہنی رویے مثبت بھی ہو سکتے ہیں اور منفی بھی
56	پر جوش خواہش
56	مقاصد کا تعین
57	بہترین رفاقت
57	خود انحصاری
58	ترقی تبدیلی کے عمل کے بغیر ممکن نہیں ہے
67	آج آپ کیا کریں گے
74	کیا صحت مند انسان کو غصہ آنا چاہیے؟
75	کیا غصے کے مثبت اثرات ہو سکتے ہیں؟
75	غصہ کب نقصان کا باعث بنتا ہے
76	غصے کے اظہار کے طریقے
77	غصے کا مقصد
77	کیا غصہ ضروری ہے
78	غصے کے نقصانات

ذہنی دباؤ

”تمہیں پتا ہے جانو، اس دنیا میں دو قسم کے افراد پائے جاتے ہیں۔“ نوے میل فی گھنٹہ کی رفتار سے کار اڑاتے ہوئے میرے شوہر نے کہا اور ایک بازو اسٹیرنگ سے ہٹا کر میرے کندھے پر رکھ دیا۔

”ایک وہ جو زندگی کی سڑک کی سب سے آخری لائن میں ہر منزل سے ”زوں“ کر کے گزر جاتے ہیں۔“ اس نے بات ادھوری چھوڑ کر زور سے ہارن بجایا۔ آگے والی گاڑی کو زیر لب کو سا اور اسے سائنڈ دے کر دوبارہ گاڑی کی رفتار بڑھا دی۔ ”اور دوسرے وہ جو پچھر شدہ سائیکل کی طرح سب سے پہلی لائن میں دھیرے دھیرے لنگڑاتے ہوئے بمشکل پہلی منزل تک ہی پہنچ پاتے ہیں۔“ یکدم اس نے زور سے بریک لگائے میرا سر آگے ٹکراتے ٹکراتے بچا۔ اس نے زور سے قہقہہ لگایا اور برابر والی گاڑی میں بیٹھے فرد کو نہایت اشتعال انگیز اشارہ کیا۔

وہ آگ بگولا ہو گیا اور پھر ہماری گاڑیوں کے درمیان ریس شروع ہو گئی۔ میں اپنے ناخن پوری طرح سیٹ میں گاڑے بیٹھی تھی، اور دل ہی دل میں خدا سے بخریت

منزل تک پہنچ جانے کی دعا مانگ رہی تھی۔ میرا شوہر حسب معمول تیز رفتاری کا نیا عالمی ریکارڈ بنانے کی کوششوں میں مصروف تھا۔ ساتھ ہی ساتھ اس کے منہ سے اتنی ہی رفتاری سے آس پاس کی گاڑیوں کے لئے گالیاں بھی رواں تھیں اور پھر بے ہوش ہونے سے پہلے، آخری چیز جو مجھے یاد تھی، وہ سوسیل فی گھنٹہ پر رزتی سوئی تھی۔

اس سفر نے مجھ پر ایک نہایت واضح حقیقت کو کھول دیا۔ میرا شوہر صحیح کہتا تھا۔ واقعی اس دنیا میں دو قسم کے افراد پائے جاتے ہیں۔ ایک وہ جو زندگی میں ہمہ وقت ہنگامہ، افراتفری دباؤ اور ہيجان پسند کرتے ہیں۔ دوسرے وہ جوان باتوں سے حتی الامکان اجتناب برتتے ہیں۔ میرا شوہر پہلی قسم سے اور میں دوسری قسم میں سے تھی۔ اس کا تیز رفتاری سے گاڑی چلانے کا جنون مردانہ فطرت کے اظہار کا ایک ذریعہ نہیں ہے، بلکہ ایک خطرناک ترین ذہنی بیماری کی علامت ہے۔ وہ بیماری جسے ماہرین ”نفسیات ہيجان پسندی“ کہتے ہیں۔ اس بیماری سے متاثرہ افراد ہنگامہ، ہاؤ ہو کے عادی ہوتے ہیں۔ انہیں بھگدڑ چاہیے۔ افراتفری، انتشار، جذبات سے ابلتے ہوئے خون کی روانی، چیخ پکار ان کی ضرورت ہے۔ آپ نے بھی ایسے کئی لوگوں کو دیکھا ہوگا۔

یہ آخری منٹ تک کام کو ٹالتے ہی رہتے ہیں۔ اگرچہ انہیں معلوم ہوتا ہے کہ جو کام ان کے سپرد کیا گیا ہے وہ انہی کو ایک مقررہ وقت میں پورا کرنا ہے۔ پھر بھی وہ اسے نامکمل پڑا رہنے دیتے ہیں اور جب وہ دیکھتے ہیں کہ پانی بالکل ہی سر پر آ پہنچا ہے۔ تب بند باندھنے کے لئے اپنے گھر سے باہر نکلتے ہیں پھر جب وہ بھاگ دوڑ، چیخ پکار کر کے تیزی سے بالکل آخری وقت میں کام مکمل کر لیتے ہیں تو ایک اور بیمار خیال کے شکار ہو جاتے ہیں۔ ”مجھ میں کام کرنے کی بڑی صلاحیت ہے۔ یہ تو کچھ بھی نہیں تھا۔ میں اس سے بھی زیادہ کام اتنے ہی وقت میں کر سکتا ہوں۔“ اس خیال کا نتیجہ یقیناً آپ

جانتے ہوں گے، یعنی کام کا مزید دباؤ اور برداشت سے باہر ہوتی ہوئی سرگرمیاں۔
 دوسری طرف میرے شوہر کی پیش کردہ تعریف کے مطابق اگلی قسم کے لوگ،
 جن میں، میں بھی شامل ہوں، اپنی زندگی میں اس ہیجانیت کو کسی طرح بھی برداشت
 نہیں کر سکتے اور ہر قسم کے دباؤ کا شکار بآسانی ہو جاتے ہیں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے
 کہ زمانہ طالب علمی میں، میں ہر سالانہ امتحان دینے کے بعد لازمی بستر پر پڑ جاتی تھی،
 جس کا ذمہ دار بخار، فلو یا ٹائفل کو ٹھہرایا جاتا تھا۔

اب مجھے معلوم ہوا کہ ان بیماریوں کی واحد بنیادی وجہ کیا تھی۔ یعنی مجھ میں کسی
 بھی طرز کا، کسی بھی درجے کا دباؤ برداشت کرنے کی صلاحیت بالکل نہیں ہے اور میں
 ان لوگوں میں سے ہوں جو اس کے آگے فوراً ہی ہتھیار ڈال دیتے ہیں۔ شاید اپنے
 شوہر کے برخلاف میں، سکون پسند ہوں۔

کسی بھی بیماری کو واقع ہونے کے لئے چند وجوہ کی ضرورت ہوتی ہے۔
 معاشرے میں افراد اپنے جسم کی نفسیاتی تشکیل، ناقص غذا، طرز زندگی، غیر صحت مند
 ماحول اور دیگر عوامل کی بنا پر بیمار پڑتے ہیں۔ لیکن جدید ترین سائنسی تحقیق کہتی ہے۔
 کہ دنیا بھر میں موجود پچاس سے ساٹھ فیصد بیماریوں کا تعلق ہیجان، یا ذہنی دباؤ،
 (Stress) سے ہے اور وہ افراد جو ہیجان، یا دباؤ پسند، ہوتے ہیں، ان میں کسی بھی
 بیماری سے متاثر ہونے کی صلاحیت ایک عام نارمل فرد کے مقابلے میں تقریباً تین گنا
 زیادہ ہوتی ہے۔ ان میں گلے اور حلق کی بیماریاں، دل کے امراض، مختلف اقسام کے
 السر، کینسر، اعصابی کھنچاؤ، بے خوابی، جگر کا بڑھ جانا، حادثات حتیٰ کہ خودکشی نظام ہضم
 کی بے قاعدگیاں اور وقفے وقفے سے سرکادرد، اس کے سب سے چھوٹے انعامات
 ہیں اس جدید ترین انکشاف نے کہ ہماری بیشتر جسمانی بے قاعدگیوں کا سبب ”ہیجان“

ہے، سائنسی دنیا میں زلزلہ پیدا کر دیا ہے۔

اور طبی تحقیق کا رخ موڑ دیا ہے۔ سائنسدان و طبی ماہرین اب اس بات کا کھوج لگا رہے ہیں کہ ہم میں سے چند افراد اس کا شکار کیوں ہوتے ہیں؟ اس کے اسباب کیا ہیں؟ اور مختلف افراد میں اس کی شدت کیوں مختلف ہوتی ہے؟ ”دباؤ“ سے متعلق اس نظریہ نے ایک نئی سائنسی شاخ کا آغاز کیا ہے۔ جسے سائیکونیوروا میونولوجی (psychoneuroimmunology) کا نام دیا گیا ہے۔ اس کے تحت ذہن اور بدن کے باہمی تعلق اور عمل کو نئے نظریات کی بنیاد پر سمجھنے کا آغاز ہوا ہے۔ اس نئی شاخ کی سب سے پہلی دریافت کہتی ہے۔ اگر آپ صحت مند رہنا چاہتے ہیں تو صحت مند رویہ اپنائیے۔“

تازہ ترین تحقیقات کہتی ہیں کہ ”ہیجان یا دباؤ“ ابتدائے زمانہ سے ہی انسانوں میں موجود رہا ہے۔ قدیم دور میں بھی انسان اس سے اتنے ہی متاثر ہوتے تھے جتنے کہ اب پریشان ہیں۔ لیکن قدیم زمانے میں اس ہیجان کی نوعیت مختلف تھی۔ قدیم انسان میں ہیجان کا تعلق زیادہ تر ان قوتوں سے تھا جو اس کی بقا کے خلاف مصروف عمل رہتی تھیں۔ لیکن سائنسدان کہتے ہیں کہ اس ہیجان نے ہمارے آباؤ اجداد کو زندہ رہنے میں سب سے زیادہ مدد دی تھی اور یہ دشمن قوتوں کے خلاف بدن کے ایک فطری ہتھیار کے طور پر کام کرتا تھا۔ چونکہ اس..... زمانے میں انسانی شعور نے اتنی ترقی نہیں کی تھی کہ وہ ہر موقع کے لئے مناسب دفاعی آلات ایجاد کر سکتا۔

لہذا اس کی اندرونی قوتیں ہر قسم کی صورت حال میں اس کی معاونت کرتی تھیں۔ مثلاً جب قدیم انسان کسی خونخوار درندے کا سامنا کرتا تھا تو اس کے جسم میں موجود ایڈرنال اور پچوڑی غدود (Adrenal and pituitary glands) یکدم اپنی

رطوبتیں خارج کرنا شروع کر دیتے۔ جو دوران خون میں فوراً ہی شامل ہو کر دل کی دھڑکن، خون کے دباؤ۔ سانس کی آمد و رفت اور خلیوں کی مضبوطی میں اضافہ کر دیتے۔ یوں اس فرد کا پورا جسم ایک قسم کی حالت جنگ میں آ جاتا، جہاں پر سپاہی دشمن سے نبرد آزما ہونے یا میدان جنگ چھوڑنے کے لئے تیار رہتا تھا۔ جسم کے تناؤ کی اس حالت میں ہی فرد کو یہ فیصلہ کرنا ہوتا تھا کہ آیا وہ دشمن سے مقابلہ کرے یا فرار اختیار کرے۔

موجودہ دور میں ہیجان تو وہی ہے، لیکن اسباب تبدیل ہو گئے ہیں۔ تاہم قدیم اور جدید انسان میں اس سے مقابلہ کرنے یا راہ فرار اختیار کرنے کی صفت اب بھی مشترک ہے۔ آج انسان کو کسی خونخوار موذی درندے سے جان کا خوف لاحق نہیں، بلکہ گھنٹوں ٹریفک جام یا دفتری جھگڑے اس کے غدودی نظام اور دل کی دھڑکن کو متاثر کرتے ہیں۔ آج انسان کو بے شمار ایسے مسائل کا سامنا ہے جو اس کے لئے زندگی و موت کی اہمیت تو رکھتے ہیں، لیکن جن کے لئے مناسب رد عمل موجود نہیں ہے۔ مثلاً وہ ٹریفک جام میں پھنس کر سوائے جلنے کڑھنے کے کچھ نہیں کر سکتا۔ دفتر میں موجود ساتھی کی حماقتوں پر اس کے دانت نہیں توڑ سکتا۔ ٹی وی خود صحیح نہیں کر سکتا اور بڑھتی ہوئی مہنگائی کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ آج انسان بیشتر مواقع پر کچھ نہیں کر سکتا اور اس کے پاس اپنے رد عمل کے اظہار کے لئے کوئی مناسب صورت نہیں ہے۔ وہ کسی پریشگر کی مانند اندر ہی اندر بھرتا جاتا ہے۔ اگرچہ وہ چاہتا ہے کہ اس کے اندر کے غبار کو نکاسی کا راستہ ملے۔ وہ اپنے ہیجان سے دنیا کو بھی آگاہ کر دے، لیکن کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔ اس کے اندر کا غبار بڑھتا ہی جاتا ہے اور پھر ایک دن اسی کا نتیجہ سامنے آ جاتا ہے یعنی..... کوئی نہ کوئی بیماری۔

ہیجان آپ کے جسم پر کیسے اثر انداز ہوتا ہے!

آپ نے اکثر پڑھا ہوگا۔ ”ورزش اچھی عادت ہے۔“ ڈاکٹر صبح و شام ورزش اور اچھل کود کی افادیت پر لیکچر دیتے ہیں۔ مریضوں کو اسے اختیار کرنے کا مشورہ دیتے ہیں اور لالچ میں لمبی عمر کا سبز باغ دکھاتے ہیں۔ ورزش کے لیے شدید اصرار کی وجہ وہ یہ بتاتے ہیں کہ اس سے جسم میں دوران خون میں تیزی اور دل کی دھڑکن میں اضافہ ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں سانس تیز چلنے سے پٹھوں کو زیادہ مقدار میں آکسیجن ملتی ہے جس سے ان کی کارکردگی میں اضافہ ہوتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ یہ سب تو ہیجان اور دباؤ کی حالت میں بھی ہوتا ہے۔ جس کی علامات کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں۔ تو پھر آخر ڈاکٹر ہیجان یا دباؤ اختیار کرنے کا مشورہ کیوں نہیں دیتے۔ وہ مریضوں کو اس سے اجتناب کا مشورہ کیوں دیتے ہیں؟

ماہرین کے مطابق اس اختلاف کی بنیادی وجہ پیدا ہونے والی علامتوں کا رد عمل ہے۔ جب ہم ورزش میں مصروف ہوتے ہیں تو ہمیں زیادہ آکسیجن اور خون کی ضرورت پڑتی ہے تاکہ اس کارروائی کو جاری رکھا جاسکے۔ جسمانی حالت میں تناؤ کی بنا پر یہ علامات بدن پر کوئی رد عمل نہیں چھوڑتیں کیونکہ یہ سب کچھ قانون قدرت کے تحت ہوتا ہے۔ اگر کسی شخص کو شدید درجے کا جسمانی خطرہ لاحق ہو اور اسے فی الفور اپنی جگہ چھوڑ کر بھاگنے کی ضرورت ہو تو خون کا بڑھا ہوا دباؤ اس کے لئے معاون ثابت ہوگا اور خون کی تیز روانی اس کی حرکت میں مددگار ثابت ہوگی۔ اس کے علاوہ خون میں موجود شکر کی مقدار بڑھنے سے عضلات کو زیادہ توانائی ملتی ہے۔ جسے تیزی

سے حرکت کے دوران خرچ کر دیا جاتا ہے۔ یوں دیکھا جائے تو جسم میں ہنگامی حالت کے خلاف عمل تو شروع ہوا تھا، لیکن اس نے اپنا کوئی اثر نہیں چھوڑا اور جو تبدیلیاں رونما ہوئی تھیں، وہ تھوڑی ہی دیر میں معدوم ہو گئیں۔

ہیجان کی یہی علامات جسم میں اس وقت بھی نمودار ہوتی ہیں۔ جب انسان کسی ٹریفک جام میں پھنسا بیٹھا ہو اور اس کے جہاز کا وقت ہو چکا ہو۔ لیکن اس صورتحال میں یہ ہیجانی علامات کوئی فائدہ پہنچانے کے بجائے بے حد نقصان دہ رہتی ہیں۔ تصور کیجئے کہ آپ گاڑی میں پھنس بیٹے ہیں۔ آپ کے چاروں طرف دھواں اور گاڑیوں کا شور ہے۔ گرمی کے مارے آپ کا پسینہ بہہ رہا ہے۔ ادھر ایسے ماحول میں آپ کے ہیجان نے رنگ دکھانا شروع کر دیا۔ آپ کی سانس پھولنے لگے، دل یکبارگی دھڑکنے لگے، ہاتھوں میں پیروں میں سنسناہٹ ہونے لگے اور تمام اندرونی غدودوں نے رطوبتیں خارج کرنی شروع کر دیں۔ تو کیا یہ اندرونی کشمکش آپ کے لئے سودمند رہے گی؟ یقیناً نہیں۔ آپ کے جسم میں ہیجاں جمع ہوتے رہیں گے جنہیں آپ کسی طرح بھی خرچ نہیں کر سکتے۔ حتیٰ کہ ایک نوبت ایسی آئے گی کہ ان کی مقدار آپ کی برداشت سے باہر ہو جائے گی اور آپ طرح طرح کی بیماریوں کا شکار ہو جائیں گے، جن میں سرفہرست دل کی بیماریاں ہیں۔“

تاہم ضروری نہیں کہ انسان صرف ہنگامی صورت حال میں ہی ہیجان کا شکار ہو۔ زندگی میں بے شمار ایسے مواقع آتے ہیں جب ہر چیز اپنے معمول کے مطابق رواں ہوتی ہے۔ پھر بھی ایک فرد پریشان ہوتا ہے۔ اس کی ایک مثال کسی دوست، غمگسار، چاہنے والے، محبت کرنے والے کا کچھڑنا ہے۔ یقیناً یہ ایک اندوہناک سانحہ ہوتا ہے۔ لیکن سائنسدان کے مطابق اس کے مرتب کردہ اثرات اور بھی زیادہ خطرناک ہوتے

ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ افسردہ اور مایوس فرد میں ایڈرل غدیر (Adrenal glands) بڑی مقدار میں ایک رطوبت (Corticosteriod) خارج کرتا ہے، جس سے جسم میں ٹیومر اور دیگر بیماریوں کے خلاف لڑنے والے قدرتی دفاعی خلیوں (Killer cells) کی تعداد میں تشویشناک حد تک کمی ہو جاتی ہے۔ احساس تنہائی بھی کسی شخص کا پورا اندرونی مدافعتی نظام تباہ کر کے رکھ دیتی ہے۔ مایوسی، افسردگی کی حالت میں فرد کو توانائی کی نسبتاً زیادہ ضرورت پیش آتی ہے اور اس کمی کو پورا کرنے کے دوران منہ میں موجود لعاب (تھوک) میں شامل ”مدافعتی جراثیم“ عناصر (Virus fighting antibodies) تشویشناک حد تک کم ہو جاتے ہیں۔

ہماری کسی بھی قسم کے ذہنی دباؤ سے نمٹنے کی صلاحیت کا انحصار اس بات پر ہوتا ہے کہ ہم پیچیدہ صورت حال پر کتنا قابو پاسکتے ہیں۔ جانوروں میں ذہنی دباؤ پیدا کرنے والے عوامل سے نمٹنے کی صلاحیت بالکل نہیں ہوتی۔ اس لئے وہ ان کا سدباب کرنے کے بجائے ان کے آگے سپر ڈال دیتے ہیں۔ اس بات کو ثابت کر کے لئے چند مختلف اقسام کے جانوروں کو باندھ کر بجلی کے جھکے پہنچائے گئے۔ ابتداء میں انہوں نے رہائی کے لئے کافی جدوجہد کی اور چیخ و پکار مچائی۔ لیکن پھر فرار کا کوئی راستہ نہ پا کر بہت ہار دی اور تمام کوششیں ترک کر دیں۔ اپنی شکست کے بعد وہ سکون سے بجلی کے جھکے برداشت کرتے رہے۔ حتیٰ کہ جب انہیں رہائی کے لئے راستہ دیا گیا تو بھی وہ اپنی جگہ ساکت رہے اور فرار کی کوئی کوشش نہیں کی۔

اسی قسم کے ایک دوسرے تجربے میں چوہوں کے دو گروہوں کو بیک وقت یکساں مقدار میں ٹیومر پیدا کرنے والے خلیوں کے انجکشن لگائے گئے۔ اس کے بعد ایک گروہ کو قابل برداشت جب کہ دوسرے کو برداشت سے زیادہ بجلی کے جھکے

پہنچائے گئے بعد ازاں جو سائیکس نے ڈاکٹروں کے اندازوں کی توثیق کر دی۔ جن چوہوں کو ناقابل برداشت بجلی کے جھٹکے پہنچائے گئے تھے، ان میں ٹیومر بڑھنے کا تناسب، قابل برداشت بجلی کے جھٹکوں والے گروپ کے مقابلے میں تقریباً دوگنا تھا۔ بجلی کے جھٹکوں سے ان کے ذہنی دباؤ میں اضافہ ہوتا تھا جس سے ان کے جسم میں جراثیم کے خلاف مدافعتی خلیوں کی کمی واقع ہو گئی۔

نتیجتاً ٹیومرز وہ خلیوں کو آزادی سے بڑھنے کا موقع ملا اور انہوں نے دگنی رفتار سے صحت مند خلیوں کو بیمار کر دیا۔

ایسا ہی ایک تجربہ جانوروں کے بعد انسانوں پر بھی کیا گیا۔ اس تجربے کے دوران دس صحت مند افراد کو ایک ایسے کمرے میں بند کر دیا گیا جہاں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر بڑے بڑے اسپیکر لگے ہوئے تھے۔ اسپیکروں سے صبح و شام تیز آواز میں ایک مخصوص آواز نکلتی رہتی تھی۔ کمرے میں داخل ہونے سے قبل ان دس افراد کو اسپیکروں پر چلنے والی آواز بند کرنے کا طریقہ کار بھی سمجھا دیا گیا تھا جو خاصا طویل اور پیچیدہ تھا۔ پہلے دن وہ افراد جب اس شور سے بہت زیادہ تنگ آ گئے تو انہوں نے اسپیکروں کو سمجھائے گئے طویل طریقہ استعمال کر کے بند کر دیا۔ لیکن دوسرے دن وہ ایسا نہ کر سکے۔ اسپیکر بند کرنے کا طریقہ ان کے ذہنوں سے نکل چکا تھا۔ وہ اس ترتیب کو یاد نہ کر سکے جو انہیں سمجھائی گئی تھی۔ سائنسدانوں نے واقع ہونے والی اس دماغی کمزوری کا تعلق بھی ذہنی دباؤ یا ہیجان سے جوڑا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ پہلے دن دس افراد میں ذہنی دباؤ کی شدت دوسرے دن کے مقابلے میں نسبتاً کم تھی اور اس شدت میں اسپیکر بند کرنے کے بعد مزید کمی ہو گئی۔ لیکن دوسرے دن، جب وہ اسپیکر بند کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے تو انہوں نے اپنے آپ کو زیادہ مایوس بے یار و مددگار،

ناخوش اور دباؤ کے تحت محسوس کیا۔ انہیں کیفیات نے ان کے ذہنی دباؤ میں اس قدر اضافہ کر دیا کہ تجربہ ختم ہونے کے پینتالیس منٹ بعد بھی وہ اپنے آپ کو معمول کی حالت پر نہ لاسکے اور بہت دیر تک اپنے اوپر شدید اعصابی اور ذہنی دباؤ محسوس کرتے رہے۔ اس انتہائی کیفیت کی بنیادی وجہ ایڈرنالین اور اینڈریگورٹیکوٹرائک نامی غدودوں کی خارج کردہ رطوبتیں تھیں جن کی بڑی مقدار نے ان کے جسم میں بہت دیر تک ابتری مچائے رکھی تھی۔ یاد رہے کہ ایڈرنالین وہی غدود ہے جو ہنگامی حالات میں رطوبتیں خارج کر کے انسان کو ان سے نمٹنے کے قابل بناتا ہے اور جن کی زیادتی امراض قلب، ٹیومر اور کینسر پر منتج ہوتی ہے۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

ذہنی دباؤ سے متاثر ہو جانے والے افراد

سائنسدانوں نے موجودہ ترقی یافتہ دور میں صرف جراثیم کو ہی انسانی صحت کا دشمن قرار نہیں دیا بلکہ وہ کہتے ہیں کہ بعض اوقات انسان خود بھی اپنا دشمن ہو جاتا ہے۔ منفی سوچیں اور خود ساختہ ذہنی دباؤ اسی سلسلے کی ایک مثال ہے۔ انسان کا مخصوص رویہ اور طرز عمل متعدد بیماریوں کو مضبوط بنیادیں فراہم کرتا ہے۔ ماہرین نے مخصوص رد عمل کے تحت لاحق ہونے والے کئی عوارض دریافت کیے ہیں اور تحقیقات بتاتی ہیں کہ بہت زیادہ جارحانہ.....، بغض پر مبنی رویہ دل کے امراض کے خطرات کو کئی گنا زیادہ کر دیتا ہے۔ اس قسم کا شدید رویہ رکھنے والوں کو دل کی بیماریاں زیادہ لاحق ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اب ڈاکٹر دل کے مریضوں کو ذہنی دباؤ سے دور رہنے کا مشورہ دیتے نظر آ رہے

ہیں اور مریض کو یہ بتانے میں قطعی نہیں ہچکچاتے کہ ہر معاملے میں شدید رویہ دل کے ساتھ شدید نا انصافیاں کرتا ہے اور اسے لے ڈالتا ہے۔ بعض تو یہ بھی کہتے ہیں کہ دل کے امراض کا سب سے بڑا سبب یہی شدید رویہ ہے۔

دوسری طرف ہر موقع پر اپنے آپ کو ذہنی دباؤ کے مطابق ڈاھالینا اور خود کو اس کا عادی بنالینا بھی کچھ زیادہ سودمند نہیں ہے۔ امریکی کینسر انسٹی ٹیوٹ کے مطابق پچتر فیصد خواتین جو اپنے آپ پر جبر کرتی رہتی ہیں اور اپنے جذبات دوسروں سے پوشیدہ رکھتی ہیں، ٹیومر سے متاثر ہونے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ یا ان میں دماغی کینسر کے زیادہ خلیے پائے جاتے ہیں۔ اس کے برعکس وہ خواتین جو اپنے غم و غصہ اور جارحانہ جذبات کا کھلم کھلا اظہار کرتی ہیں۔ ان میں کینسر کو رد کرنے والے خلیوں کا تناسب پہلی قسم کی خواتین سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔

آزادی اور خود مختاری اور اظہار رائے اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ یہ سب انسان کو کھلی فضا میں زندہ رہنے کے مواقع فراہم کرتے ہیں اسے پسند کا اختیار دیتے ہیں اور مرضی کا ماحول قبول کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ ان کی بدولت وہ اپنے جذبات کے اظہار کا راستہ دریافت کرتا ہے اور پریشانیوں سے مبرا زندگی گزار کر بیمار یوں سے بھی کافی حد تک قدرتی طور پر پاک ہو جاتا ہے۔

تازہ ترین تحقیقات سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ وہ افراد جن میں بیک وقت کئی شخصیتیں پرورش پا رہی ہوں، خود اپنی شخصیت کے کسی ایک پہلو یا جذبات سے بھی بیمار پڑ سکتے ہیں۔

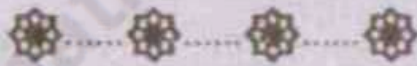
مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

آپ نے ایسے کئی لوگوں کو دیکھا ہوگا کہ وہ جان بوجھ کر جرم کرتے ہیں۔ پھر اپنے کیے پر پشیمان ہوتے ہیں۔ عمل ایک کرتے ہیں مگر اعتقاد دوسرے پر رکھتے ہیں۔

ان میں ہر وقت ”ہاں“ اور نہیں کی جنگ جاری رہتی ہے اور یہ کسی بھی حالت میں کیے گئے ایک عمل اور فیصلے سے مطمئن نہیں ہوتے ماہرین نفسیات کے مطابق ایسے لوگوں کی جسمانی حالت میں اس وقت زبردست تغیر رونما ہوتا ہے۔ جب مختلف شخصیتیں بیک وقت ان پر قبضہ کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ ایسی حالت میں ان پر اعصابی دباؤ، تشنج، مرگی اور مختلف اقسام کی الرجی کے حملے ہو سکتے ہیں۔ علاوہ مانوس رنگوں کی پہچان کا ختم ہونا اور جلدی امراض بھی متوقع رہتے ہیں۔ مختلف شخصیتوں کی اس جنگ کے دوران ایک شخص کئی حالتوں سے گزرتا ہے اور اس پر مختلف کیفیات گزرتی ہیں۔ حتیٰ کہ آخر میں اس کی کوئی ایک شخصیت دوسری تمام شخصیتوں پر حاوی ہو جاتی ہے۔ جب کہ دیگر شخصیتیں تھوڑے عرصے کے لئے پس منظر میں دب جاتی ہیں۔ ایک شخصیت سے دوسری کی طرف تبدیلی کے عمل کے دوران فرد کے مزاج اور عادات میں حیرت انگیز تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں جس کے بعد وہ اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ مثلاً اگر وہ بے تحاشا سگریٹ نوشی کرتا ہے تو شخصیت میں تبدیلی کے بعد اسے سگریٹ سے نفرت ہو جائے گی اور وہ اس کے دھوئیں تک سے بچنے کی کوشش کرے گا۔ اگر اسے بچپن سے ہی کریلوں سے نفرت تھی تو وہ تبدیلی کے بعد، صبح و شام کریلوں کی فرمائش کرے گا۔ کریلوں کا حلہ، کریلوں کا اچار، کریلوں کا قورمہ اسے دنیا میں کریلوں سے زیادہ فرحت بخش شے ہی نظر نہیں آئے گی عام طور پر ہم ایسے رویہ کو موڈ کا بدلنا کہتے ہیں۔ جب کہ درحقیقت یہ ایک بہت بڑے ذہنی انقلاب کے اثرات ہوتے ہیں جس میں فرد کی پوری ذہنی کاپلاٹ جاتی ہے اور پچھلی شخصیت کے معمولی سے نشانات بھی نہیں ملتے۔ شخصیت کی یہ تبدیلی ذہنی دباؤ کے تحت ہی عمل میں آتی ہے۔ انسان جب اپنی شخصیت کے کسی ایک پہلو سے مطمئن نہیں ہوتا تو دوسرا اختیار کرنے کی کوشش کرتا

ہے اور یہ چیز اس کی ذہنی کشمکش اور دباؤ میں اضافہ کر دیتی ہے۔

مختلف شخصیتوں والے افراد کی صرف اندرونی رسا کشی ایک ہی جیسی نہیں ہوتی، ان کی باہر کی دنیا کو دیکھنے کی صلاحیت بھی یکساں ہوتی ہے۔ ماہرین چشم کی جانب سے جاری کی گئی ایک تازہ ترین تحقیق میں بتایا گیا ہے کہ دنیا میں ہر فرد کی آنکھوں کی ساخت مختلف ہوتی ہے۔ ان کی حجم، اندرونی بناوٹ اور نظری صلاحیتوں میں فرق ہوتا ہے۔ لیکن کئی شخصیتیں رکھنے والے افراد اس کلیہ سے مبرا ہوتے ہیں اور ان کی آنکھوں میں کوئی فرق نہیں پایا جاتا۔ اوپر بیان کیے گئے عناصر ان کی آنکھوں میں ایک جیسے ہوتے ہیں۔ ان میں آنکھوں کی ساخت، حجم، نقائص خوبیاں اور نظری صلاحیتیں تقریباً یکساں ہوتی ہیں۔ شاید وہ سب کو ایک ہی آنکھ سے دیکھتے ہیں۔



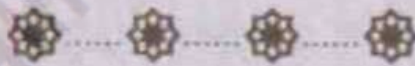
دباؤ میں دماغ کا کردار

ایک عام ذہنی معیار رکھنے والے فرد کے لئے یہ سائنسی حقیقت ہضم کرنا نسبتاً دشوار امر ہے کہ اس کا اپنی بیوی کی طرف محبت سے دیکھنا خود اس کے جسم میں کیسی کیسی کیمیائی تبدیلیاں واقع کر دیتا ہے، جب کہ خود اس نے سوائے ایک فطری جذبے کے کچھ بھی محسوس نہیں کیا۔ لیکن سائنسدان کہتے ہیں کہ کسی بھی قسم کا جذبہ اور احساس، جسم میں کئی طرح کی سرگرمیاں شروع کر سکتا ہے اور جذباتی حالت کے اعتبار سے انسانی دماغ پچاس سے بھی زیادہ کیمیائی مرکبات جنہیں نیورو پیپٹائڈز (Neuropeptides) کہتے ہیں، پیدا کر سکتا ہے۔ اس کی سب سے واضح اور اہل مثال اینڈروٹن

(Endorphins) کی ہے۔ دماغ میں یہ کیمیائی مرکب جان توڑ محنت اور ورزش کے بعد جسم کو سکون پہنچانے کے لئے تیار ہوتا ہے، جس میں خواب آور ادویات کی سی خصوصیات ہوتی ہیں۔ بھاگ دوڑ کرنے والوں میں، اتھلیٹس کے جسموں میں اس مرکب کی مقدار نسبتاً زیادہ پائی جاتی ہے۔

لیکن سوال، ذہنی دباؤ اور بیماریوں میں تعلق کا پیدا ہوتا ہے۔ آخر ذہنی دباؤ کی حالت میں بیماریاں کیسے لاحق ہو جاتی ہیں؟ انسانی دماغ اور بدن کے درمیان یہ عمل بیماریوں کے خلاف اندرونی مدافعتی نظام کو آخر بھلا کیوں کر اور کس طرح متاثر کرتا ہے؟ ماہرین ان سوالات کا جواب یوں دیتے ہیں کہ انسانی جسم میں چھوٹے چھوٹے جراثیم اور دیگر مضر صحت عناصر مستقل داخل ہوتے رہتے ہیں۔ اگر ان عناصر کو خون کے ساتھ آزادانہ گردش کی اجازت دے دی جائے تو جسم بیماریوں کی ایک مستقل آماجگاہ بن کر رہ جائے۔ لہذا قدرت نے ان کے خلاف بدن میں اندرونی طور پر ایک حفاظتی نظام قائم کر دیا ہے جس میں دماغ اور بدن میں موجود سفید خلیے اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ دونوں اپنے باہمی عمل سے مضر صحت عناصر کا راستہ روکتے ہیں، انہیں تباہ کرتے ہیں اور پھر بدن سے باہر لے جانے میں معاونت کرتے ہیں۔ یوں سمجھئے کہ جوں ہی جسم میں کوئی شر پسند خطرناک ارادے لے کر داخل ہوتا ہے بدن کے حفاظتی نظام کا الارم بجنے لگتا ہے اور دماغ کو فوراً ہی اطلاع مل جاتی ہے کہ فلاں جگہ پر ایک تخریب کار نقصان پہنچانے کے لئے تیار بیٹھا ہے۔ لہذا اس کا فوراً سد باب کیا جائے۔ اس اطلاع کے جواب میں دماغ متعلقہ غدود کو فوری کارروائی کے احکامات بھیجتا ہے۔ جس کے بعد وہ غدود کیمیائی مادے خارج کر کے اس تخریب کار کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔ یہ سارا عمل لمحوں کا محتاج ہوتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ زندگی اور صحت کے لئے بنیادی بھی

ہے۔ ذہنی دباؤ اور پریشانی کی حالت میں دماغ کو مضرت عنصر کی جسم میں موجودگی سے متعلق اطلاع بہت دیر سے ملتی ہے، جس کے بعد اسے کارروائی کرنے کا وقت بہت کم ملتا ہے اور اس عرصے میں شریک اپنا کام کر گزرتا ہے۔ یعنی جسم کو بیماری کے لئے تیار کر دیتا ہے۔ علاوہ ازیں ذہنی دباؤ کی حالت میں دماغ سے خود بخود بغیر کسی اطلاع اور مقصد کے کیمیائی مرکبات کا اخراج ہوتا رہتا ہے۔ جو آہستہ آہستہ جسم میں جمع ہوتے رہتے ہیں اور جسم تھوڑے ہی عرصے میں ان کا عادی بن جاتا ہے۔ ایسی صورت حال میں اگر کوئی مضرت عنصر جسم میں داخل ہو جائے تو دماغ تو مطلوبہ مرکب فوراً ہی مہیا کر دے گا لیکن جسم مدافعتی عمل میں بھرپور حصہ لینے کے قابل نہیں ہوگا اور مضرت عنصر بلا روک ٹوک آزادانہ خون کے ساتھ گردش کرتا رہے گا۔ غرض دونوں طرح کی صورت حال میں، جسم میں بیماریوں کے خلاف مدافعتی عمل تقریباً نہ ہونے کے برابر رہ جاتا ہے اور بیماریوں کا تناسب بڑھ جاتا ہے۔



مثبت خیالات کی قوت

اگر منفی سوچوں سے انسان بیمار ہو جاتا ہے تو کیا مثبت اور تعمیری خیالات اس کی صحت بہتر کر سکتے ہیں؟ یہ سوال ایسا ہی ہے جیسے کوئی پوچھے کہ جی میں سگریٹ چھوڑ تو دیتا ہوں لیکن کیا اگلے دو مہینوں میں، کیا میں کسی نامور پہلوان کو پچھاڑ دوں گا؟ انسانی صحت کا تعلق صرف خیالات سے نہیں ہوتا بلکہ غذا، ماحول اور دیگر پہلو اس کا تعین کرتے ہیں۔ تاہم دیکھا گیا ہے کہ منفی خیالات جہاں صحت کو متاثر کرتے ہیں، وہاں

مثبت خیالات اس کی بیماریوں میں کمی کر سکتے ہیں۔ ماہرین اس سلسلے میں طے شدہ تصور (Gidedimmagenry) کے طریقے کو استعمال کرتے ہیں۔ تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ یہ طریقہ ایسے مریضوں کی حالت بہتر بنانے میں زبردست کامیابی سے ہمکنار ہوا ہے۔ جو اپنی صحت یابی سے تقریباً مایوس ہو چکے تھے۔ اس طریقے میں مریض کو پرسکون ماحول میں چت لٹا کر گہری گہری سانس لینے کا حکم دیا جاتا ہے۔ جب وہ مکمل طور پر اپنے آپ کو پرسکون محسوس کرنے لگتا ہے تو اسے اپنے جسم کے اندر ایک ایسا منظر دیکھنے کی ہدایت کی جاتی ہے۔ جس میں اس کے جسم میں موجود دفاعی خلیوں کی تعداد خود بخود گنی ہوتی جا رہی ہو ایک سے دو۔ دو سے چار چار سے آٹھ، سولہ، بیس، یہاں تک کہ ان کی تعداد سیکڑوں تک پہنچ جائے۔ اس کا سارا جسم بیماری کے خلاف لڑنے والے خلیوں سے بھر جائے۔ ماہرین کہتے ہیں کہ اس تصور نے تقریباً علائج مریضوں کو مکمل شفا بخشی ہے اور متواتر تصور کے ذریعے بہت سی بیماریوں کو جڑ سے اکھاڑا بھی جاسکتا ہے۔

طے شدہ تصور کی مثالیں آپ آئے دن اخبارات میں پڑھتے رہتے ہیں۔ اس کے کرشموں یا معجزوں کو قوت ارادی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ایک بیمار فرد کی صحت یابی پر اس کی اہمیت کو پہاڑوں سے بھی بلند قرار دیا جاتا ہے۔ ابھی چند ہی دنوں پہلے اس کی ایک مثال ہمارے ملک کے ایک ٹی بی سنی ٹوریم میں بھی پیش آ چکی ہے۔ یہاں ایک اٹھائیس سالہ نوجوان ٹی بی کے آخری مراحل میں تھا۔ ڈاکٹر اس کی موت کے بارے میں پر یقین تھے اور اس کی زور بروز گرتی ہوئی صحت کا گراف تمام شکوک و شبہات کو قوی تر کرتا جا رہا تھا۔ مگر وہ نوجوان مرنا نہیں چاہتا تھا۔ اسے زندگی سے محبت تھی اور وہ اس کا بھرپور لطف حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔

موت کے آہستہ آہستہ بڑھتے ہوئے پنجے کو کسی طرح پیچھے دھکیل دے۔ اسی کشمکش اور خوف و ہراس کے عالم میں ایک رات اس نے طے شدہ تصور، کا طریقہ آزمایا۔ اس رات سکون سے بستر پر لیٹ کر اس نے اپنے ذہن سے نہ تمام خدشات جھٹک دیئے اور صرف ایک ہی بات کو ذہن میں دہرانا شروع کیا۔

”مجھے زندہ رہنا ہے۔ میری بیماری کم ہو رہی ہے۔“

”میں زندہ رہوں گا۔“

”مجھے کوئی بیماری نہیں ہے۔“

”ڈاکٹر بکواس کرتے ہیں۔ میں نہیں مر سکتا۔“

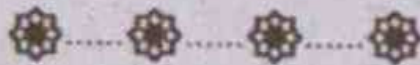
ساری رات وہ یہی باتیں دہراتا رہا، مگر کچھ نہ ہوا۔ اگلی صبح ڈاکٹر نے جو رپورٹ لکھی، اس میں نوجوان کی حالت نہ بہتر ہوئی تھی اور نہ مزید خراب۔ نوجوان نے دوسری رات پھر یہ عمل دہرایا۔ امید افزا خیالات اس کے ذہن میں گردش کرتے رہے۔ وہ زندگی کے متعلق سوچتا رہا۔ موت سے جنگ اس کے دماغ کی اسکرین پر چلتی رہی۔ حتیٰ کہ صبح اس نے موت کو میدان خیال میں شکست دے دی۔ صبح ڈاکٹر نے رپورٹ میں حیرت سے لکھا۔

”حالت..... تسلی بخش۔“ تیسری رات بھی یہی کچھ ہوا۔ پھر چوتھی، پانچویں، دس راتیں گزر گئیں۔ گیارہویں صبح ڈاکٹروں کا ایک پٹیل نوجوان کے بستر کو گھیرے میں لیے کھڑا تھا۔ ان سب کی آنکھوں میں بے یقینی تھی۔ وہ سب خوشی اور استعجاب سے بستر پر لیٹے ہوئے نوجوان کو دیکھ رہے تھے جس کی رپورٹ دن بدن بہتر ہوتی چلی جا رہی تھی۔ ان سب کے لئے یہ ناقابل یقین تھامیڈیکل سائنس کی تعلیم نے انہیں معجزوں پر یقین نہیں سکھایا تھا۔ مگر یہاں معجزہ خود ان کے سامنے ظہور پذیر ہو رہا تھا۔

دھیرے دھیرے وہ نوجوان حیرت انگیز طور پر صحت یاب ہو رہا تھا۔ اس نے اپنی صحت یابی کے راز سے کسی کو آگاہ نہیں کیا۔ بس مسکراتے ہوئے سب کو دیکھتا رہا۔ تاہم اس کا عمل خاموشی سے جاری تھا۔ یہاں تک کہ ایک صبح اس نے اپنی خاموشی کی مہر توڑ دی اس نے صبح اٹھ کر قلابازیاں لگائیں۔ دوا ریضوں کو کھینچ کر بستر سے نیچے گرادیا اور مالی پر پانی کی بالٹی الٹ دی۔

بعد ازاں اس نے ایک نازک اندام نرس کو گلاب کا پھول بھی مسکرا کر پیش کیا۔ آج کی صبح وہ بہت خوش تھا۔ آج اس کی ہسپتال سے چھٹی ہو رہی تھی۔ ڈاکٹر نے اپنی رپورٹ میں لکھا۔ ”ناقابل یقین مگر مکمل صحت یابی۔“ نوجوان گھر چلا گیا۔ ڈاکٹر کو معجزات پر یقین آ گیا۔

یہ معجزہ کسی اور کا نہیں، صرف خیال کی قوت کا مرہون منت تھا۔ نوجوان نے اپنے اندر کی قوتوں کو سدادی اور انہوں نے اسے موت کے کھنور سے باہر کھینچ لیا۔ اگر اس واقعہ کا تجزیہ کیجئے تو معلوم ہوگا کہ جب نوجوان اپنی صحت گرتی جا رہی تھی۔ لیکن جوں ہی اس نے امید کا دامن تھاما اور ہمت باندھی۔ اس کی بیماری کا مکمل خاتمہ ہو گیا۔ اخبارات میں اس واقعے کا بڑاچہ چاہوا تھا۔ کچھ اسے ڈاکٹری علاج کہتے تھے، کچھ قوت ارادی، کچھ نے اسے تائید ایز دی جانا، جب کہ ماہرین نفسیات اسے، طے شدہ تصور کا جانفزا کیلپول کہتے ہیں، آپ کا کیا خیال ہے؟



ذہنی دباؤ سے کیسے نمٹا جائے

مغربی ممالک میں ذہنی دباؤ سے متعلق بڑھتی ہوئی تحقیقات اور تشویش نے عوام کے ساتھ ساتھ ڈاکٹروں کو بھی پریشان کر دیا ہے اور اب وہ اس سے نمٹنے کے نئے اور موثر طریقوں کی تلاش میں ہیں۔ اس سلسلے میں مختلف نکتے ہائے نظر سامنے آئے ہیں۔ مثلاً بعض ڈاکٹروں کے مطابق متواتر جسمانی ورزش، چکنائی سے مبرا متوازن غذا کا استعمال، سگریٹ، الکحل اور دیگر کیف اور ہیجان خیز، نشاط اشیاء سے پرہیز ذہنی دباؤ کو کم کرنے یا ختم کرنے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔ لیکن بعض ڈاکٹروں کے نزدیک صرف یہ اقدامات ہی ذہنی دباؤ سے نمٹنے کے لئے کافی نہیں ہیں۔ بلکہ وہ انسان کی خود اعتمادی کو بنیادی بناتے ہوئے آرام، مراقبہ اور غور و فکر کو ذہنی دباؤ سے نجات کا راستہ بتاتے ہیں ان کے نزدیک مریضوں کا اپنے اوپر یقین اور بھروسہ، بڑھتے ہوئے بلڈ پریشر، خون میں شکر کی مقدار اور جسم کو آکسیجن کی مطلوبہ مقدار دل کی دھڑکن کم کر سکتا ہے۔ لیکن چند ڈاکٹر اسے بھی قابل قبول قرار نہیں دیتے اور کہتے ہیں کہ اس قسم کے عمل صرف سطحی طور پر ذہنی دباؤ میں کمی کرتے ہیں۔ ڈاکٹروں کا یہ تیسرا گروپ رویے کی تبدیلی جیسے علاج پر یقین رکھتا ہے۔ یہ علاج انسان کی ذاتی تشخیص کی صورت میں ہی کامیاب رہتا ہے۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس طریقہ میں فرد کو ان عوامل اور صورت خاص کی نشاندہی کرنی پڑتی ہے۔ جن کے تحت جس طرح وہ اپنے رد عمل کا مظاہرہ کرتا ہے، اسے وہ رویہ بھی تبدیل کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً ایک شخص اگر لمبی قطار میں کھڑے ہونے سے گھبراتا ہے اور ذہنی دباؤ کا شکار

ہو جاتا ہے، تو یا تو وہ لمبی قطاروں میں ہی کھڑا ہونا چھوڑ دے یا اس رویہ کو تبدیل کرنے کی کوشش کرے جس کے تحت وہ اپنے آپ کو مضطرب پاتا ہے۔ اس گھبراہٹ اور اضطراب کو یوں دور کیا جاسکتا ہے کہ وہ اپنا ذہن صورت حال کی طرف سے ہٹالے یا دوسرے لوگوں کے متعلق سوچنے لگے جو آرام سے قطار میں کھڑے اپنی باری کا انتظار کر رہے ہوں یا کوئی اور طریقہ اختیار کر لے۔ اس قسم کی توجہ کی تبدیلی ان افراد کے لئے بہت زیادہ سازگار ثابت ہوئی جو ہمہ وقت شدید ذہنی دباؤ کا شکار ہو کر دل کے مریض بن چکے تھے۔ ایسے لوگوں کو ہر معاملے کا مثبت پہلو دکھایا جاتا تھا اور اسے اختیار کرنے کی ترغیب دی جاتی تھی تا آنکہ انہوں نے اپنا رویہ مکمل طور پر تبدیل نہیں کر لیا۔

خیال کی قوت..... ایک حقیقت

گرچہ ”رویے کی تبدیلی“ جیسا طرز علاج دیگر تمام طریقوں سے کامیاب ثابت ہوا ہے۔ پھر بھی اس میں کئی نقصانات ہیں اور ماہرین نے ابھی تک اس کی دریافتوں کو قبول نہیں کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ کسی بھی شخص کا رویہ تبدیل کرنا آسان کام نہیں ہے۔ لیکن بھد کوشش ایسا کر بھی لیا جائے تو اس کے مریض پر برے اثرات مرتب ہو سکتے ہیں اور اس کے ذہنی دباؤ میں اضافہ بھی ہو سکتا ہے۔

دوسری طرف کسی انسان سے یہ کہنا کہ اپنی بیماری کا ذمے دار وہ خود ہے، اس کے لئے نامناسب رہتا ہے۔ اس سے ایک طرح کا احساس ندامت اور شرمندگی پیدا ہوتی ہے کہ شاید میں غلط سوچتا تھا، اس لئے مجھے کینسر ہو گیا یا مجھے پہلے ہی معلوم تھا کہ میں اپنی غلط اور متفی سوچوں کے ہاتھوں مارا جاؤں گا۔ مریض کو یہ الزام دینا کہ اس کی

سوچ ہی اس کی تباہی کی ذمہ دار ہے، کئی اعتبار سے نقصان دہ رہتا ہے اور اس الزام کو وہ اپنی خودی پر ایک بھرپور ضرب بھی تصور کر سکتا ہے۔ جس سے اس کا دباؤ کم ہونے کے بجائے مزید بڑھ سکتا ہے۔

لہذا ماہرین اس نظریے سے بھی پوری طرح متفق نہیں ہیں کہ مریض ہمیشہ اپنی بیمار سوچوں سے ہی بیمار ہوتا ہے۔ اس کی بیماری کی وجوہ..... کچھ اور بھی ہو سکتی ہیں۔ البتہ اس کا ذہنی دباؤ بیماری کو گھٹایا بڑھا ضرور سکتا ہے۔

ذہنی دباؤ اور بیماریوں میں تعلق کو مزید واضح کرنے اور اس نظریے کو صحیح یا غلط ثابت کرنے کے لئے تحقیقات ابھی جاری ہیں۔ ہر نظریہ کی مانند اس کی حمایت میں بھی لوگ بولتے ہیں اور مخالف بھی یہاں موجود ہیں۔ لیکن ایک بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ انسانی خیال کی قوت ایک حقیقت ہے، جسے جانا سکتا ہے۔ چاہے اس سے ذہنی دباؤ میں کمی ہو یا نہ ہو، یہ قوت طبی معاملات میں ڈاکٹروں کی بڑی حد تک معاونت کرتی ہے۔ دماغ ہر دور میں حاکم رہا ہے اور ہمیشہ رہے گا۔



دوسروں کو متاثر کیجئے!

ماہرین نفسیات کے خیال میں آپ کے اندر خوابیدہ صلاحیتیں موجود ہیں جن سے کام لے کر آپ اپنے مد مقابل کو متاثر کر سکتے ہیں مسئلہ صرف ان خفیہ صلاحیتوں کو بیدار کرنے کا ہے۔

وہ اصول جنہیں اپنا کر اپنی خفتہ صلاحیتیں بیدار کی جاسکتی ہیں

اب سے چند برس پیشتر جرائم پیشہ افراد سے متعلق ٹی وی کے لئے ایک دستاویزی فلم بناتے ہوئے نیویارک شہر کے چند اوباش نوجوانوں سے ایک انٹرویو لیا۔ اس گروہ کا لیڈر سترہ سالہ ایک خود اعتماد نوجوان تھا جس کے دعویٰ کے مطابق وہ غنڈہ گردی کے ذریعہ ہفتہ میں پندرہ سو ڈالر تک کمالیتا تھا۔ میں نے اس سے معلوم کرنا چاہا کہ وہ اپنے شکار کا انتخاب کس طرح کرتا ہے۔ اس نے بتایا کہ وہ ایسے آدمی کو تاکتا ہے جو تنہا ہو اور لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے سر جھکائے چلا جا رہا ہو، نظریں ملانے سے جھجکتا ہو اور مجھے دیکھ کر خوفزدہ ہو جاتا ہو۔ ایسا آدمی بہ آسانی شکار ہو جاتا ہے اور مزاحمت کئے بغیر پہلی ہی دھمکی میں اپنی جیب خالی کر دیتا ہے۔

میں نے اپنے بارے میں معلوم کرنا چاہا کہ کیا میں اس کے لئے ایک آسان شکار ثابت ہو سکتا ہوں؟

”جی نہیں، میں آپ سے ٹکرانے کی جرات نہیں کروں گا!

کیوں؟ میں نے پوچھا۔

”کمرے میں داخل ہوتے ہی آپ نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مجھے دیکھا۔ پھر آپ نے میرے سر پاپا کا جائزہ لیتے ہوئے مجھے ایسی نظروں سے دیکھا گویا یہ فیصلہ کرنے کی کوشش کر رہے ہوں کہ لڑائی کی صورت میں کیا آپ مجھ پر حاوی ہو سکیں گے۔ اس قسم کے افراد مصیبت بن جاتے ہیں اور لینے کے دینے پڑ جاتے

ہیں۔ چند چنانچہ ایسے اشخاص سے بھڑنے میں احتیاط برتا ہوں۔

اس ان پڑھ آوارہ نوجوان نے اپنی جبلی قوتوں کو بیدار کر کے اس بات کی صلاحیت پیدا کر لی تھی کہ مد مقابل کی جسمانی اور مدافعتیہ کوششوں کا ایک نظر میں اندازہ کر کے فیصلہ کر لیتا تھا کہ آیا وہ اسے اپنا شکار بنائے یا نہیں۔

ماہرین نفسیات کی تحقیقی کاوشوں نے اس بات کی نشاندہی کی ہے کہ ہم کسی شخص سے ملاقات کرتے ہی صرف سات سیکنڈ کے قلیل عرصہ میں اس کا پورا تجزیہ کر ڈالتے ہیں اور اپنے ذہن میں اس کے متعلق ایک تاثر قائم کر لیتے ہیں اس عمل کو گویائی کی ضرورت نہیں پڑتی۔ بلکہ دماغی لہریں یہ کام انجام دیتی ہیں۔ ارادہ نایا غیر ارادی طور پر ایک دوسرے کے متعلق جذبات کے بتادے کا ذریعہ ہماری آنکھیں، چہرہ، جسم اور رویہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس تجزیہ کے ساتھ ہی ہمارے ذہن میں ایک دوسرے کے لئے جذباتی تعلقات قائم کرنے کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ عمل اور رد عمل کے اس نتیجے میں ہمارے دل میں مد مقابل کے لئے محبت، رحم یا خوف کے جذبات پیدا ہو سکتے ہیں اور یہی اولین تاثرات دائمی بن جاتے ہیں۔

مثال کے طور پر آپ اپنی کامیاب اور یادگار ملاقاتوں کے کسی سلسلے کو یاد کریں، اپنی بیوی سے ہونے والی پہلی ملاقات، نوکری کے سلسلے میں کوئی انٹرویو یا کسی اجنبی سے کوئی تاریخی ملاقات، اپنے ذہن پر زور دے کر پہلے سات سیکنڈوں میں پیدا ہونے والے تاثرات پر دوبارہ غور کریں۔ اس وقت آپ نے کیا محسوس کیا تھا اور اس وقت ذہن میں کس قسم کے خیالات پیدا ہوئے تھے؟ آپ نے اپنے مد مقابل کے بارے میں کیا تاثرات قائم کئے تھے اور آپ کے خیال میں اس نے آپ کے

خود آپ کی شخصیت آپ کی آئینہ دار ہے

گزشتہ پچیس برسوں میں مجھے ہزاروں ایسے افراد سے ملاقات کرنے اور ان کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملتا رہا ہے، جو کامیاب زندگی گزارنے کے خواہاں تھے۔ یہ افراد مختلف پیشوں سے متعلق تھے، جن میں تاجر، صنعت کار، انتظامی امور کے ماہرین، فلمی صنعت سے وابستہ افراد، سیاسی شخصیات اور دیگر علیحدہ شخصیات تھیں لیکن منزل ایک ہی تھی یعنی اپنے پیشے میں کامیابیاں حاصل کرنے کی خواہش۔ میں نے ہر طرح ان کی مدد کی۔ ان کی شخصیت کو نکھارا اور انہیں مرعوب کن بنایا، عملی میدان میں جارحانہ طرزِ تکلم اختیار کرنا سکھایا اور اپنے خیالات کے اظہار کی صلاحیت کو بہتر بنا کر مد مقابل کو قائل کرنے اور اسے متاثر کرنے کے گریٹائے۔ اس تمام تربیت کا صرف ایک ہی اصول تھا۔ یعنی آپ کی پوری شخصیت ایک پیغام ہے۔ ایسا پیغام جو صرف سات سیکنڈ کی قلیل مدت میں سامنے والے کو مرعوب کر سکتا ہے اور آپ کی شخصیت کے متعلق قائم ہونے والا پہلا تاثر بعد کی پوری گفتگو پر محیط رہتا ہے۔

اگر آپ اپنی اعلیٰ صلاحیتوں کا اظہار کریں گے تو آپ کے ساتھی آپ کے گرد جمع رہیں گے۔ اور آپ کے ساتھ تعاون کرنے کی خواہش مندر ہیں گے۔ آپ اپنی صلاحیتوں کا خود جائزہ لیں۔ اس میں آپ کی ظاہرہ شخصیت، لباس کی تراش، خراش، جسمانی توانائی، گفتگو کرنے کا انداز اور رفتار، آواز کی ملائمت اور کرخنگی، اونچی آواز میں یا مدھم لہجے میں بات کرنے کی عادت، جذبات کے اظہار کا طریقہ، اندازِ مخاطب، آنکھوں سے جذبات کا اظہار اور دوسروں کی دلچسپیوں کو اپنی طرف مرکوز

کرنے کی صلاحیت سب ہی کچھ شامل ہے۔ آپ کا مخاطب آپ کے بارے میں جو بھی تاثر قائم کرے گا وہ آپ کی ذاتی خصوصیات پر مبنی ہوگا۔

آپ اپنی زندگی کے ایسے مواقع یاد کریں جب آپ نے اپنے خیال میں مخاطب پر بہترین تاثر قائم کیا تھا۔ سوچیں کہ آپ کے کس عمل نے آپ کو کامیابی سے ہمکنار کیا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کے ذہن میں یہ باتیں آئیں گی۔ آپ جو کچھ کہہ رہے تھے اس پر سنجیدگی سے یقین بھی رکھتے تھے۔

آپ جس موضوع پر بات کر رہے تھے اس پر آپ کو عبور حاصل تھا اور آپ اپنی گفتگو میں اس قدر محو ہو گئے تھے کہ اپنی ذات کو بھی فراموش کر دیا تھا۔



حسن شخصیت

انسان کا حقیقی حسن، اس کی شکل و صورت میں نہیں۔ اس کے حسن کردار میں ہے اس کی شخصیت کی دلکشی حسن اخلاق میں ہے اور اس کی ہر دلچیزی کا راز حسن اطوار میں ہے۔ مشہور فلسفی ہیرسن نے کہا تھا کہ بد اخلاق لوگوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنے کی صلاحیت انسان کا حقیقی حسن کردار ہے۔

شخصیت کو دلکش اور جاذب نظر بنانے کے لئے آپ کتنی محنت اور تگ و دو کرتی ہیں۔ بہترین لباس کا اہتمام چہرے کو میک اپ کے ذریعہ حسین تر بنانے کی کوشش، بالوں کو نت نئے انداز میں سنوارنے کی فکر، جسم کو پرکشش بنانے کا اہتمام غرضیکہ وہ تمام ذرائع تلاش کرتی ہیں جو آپ کی ظاہری شخصیت کو ہر طرح سے دلکش اور دلچسپ بنادے۔

لیکن کیا اتنے بہت سارے اہتمام کے بعد بھی آپ دوسروں کی نظر میں دلکش بن جاتی ہیں؟ کیا اس کے بعد آپ ہر دل عزیز ہو جاتی ہیں؟

اس کا جواب بڑی دیانتداری کے ساتھ تلاش کیجئے جو یقیناً نفی میں ہوگا۔

پیشک چہرے کی جاذبیت، خوش لباسی اور بناؤ سنگھار آپ کی دلکشی کا ایک حصہ ہیں، لیکن جس طرح حسین تر پھول خوشبو کے بغیر کسی کی نگاہ میں نہیں چڑھتا اسی طرح ظاہری حسن بغیر حسن اخلاق کے کبھی دلکشی کامرکز نہیں بنتا۔

جتنی فکر آپ میک آپ کے لئے کرتی ہیں، جتنی محنت آپ بناؤ سنگھار کے لئے کرتی ہیں اور جتنا اہتمام آپ لباس کی خوبصورتی کے لئے کرتی ہیں اگر اس کی نصف توجہ آپ اپنے اخلاق و اطوار کو دلکش بنانے کے لئے کریں تو ہر دل عزیز خود آپ کے جلو میں چلنے لگے۔

اگر آپ اپنے گرد و پیش پر نگاہ ڈالیں اور دنیا کی نامور خواتین کے حالات زندگی کا مطالعہ کریں تو یہ دیکھ کر حیران ہوں گی کہ ان میں بیشتر شکل و صورت کے اعتبار سے کسی غیر معمولی حسن کی مالک نہیں تھیں بلکہ میری اور آپ کی طرح عام خد و خال کی مالک تھیں۔

دلکش شخصیت اور ہر دل عزیز حاصل کرنے کے لئے یہ بات ہمیشہ یاد رکھیے کہ سادگی سب سے بڑا حسن ہے، جو خواتین و لڑکیاں اپنی شکل و صورت، رنگ اور قد و قامت کی بنا پر خود کو کمتر تصور کر کے اس لئے پریشان رہتی ہیں کہ شخصیت کو دلکش کیسے بنایا جائے ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ شخصیت صرف شکل و صورت کا نام نہیں، اس میں، اطوار اخلاق، ذہانت، سمجھ بوجھ، لباس اور آراستگی زبان اور لہجہ سب کچھ شامل ہوتا ہے، اس لئے جب ہم دلکش اور ہر دل عزیز شخصیت کی بات کرتے ہیں تو اس سے صرف شکل و صورت کا حسن مراد نہیں ہوتا۔

آپ کی دلکش شخصیت آپ کا سب سے قیمتی اثاثہ ہوتی ہے، اس کی تعمیر خود آپ کے اپنے اختیار میں ہوتی ہے۔

اب آئیے شخصیت کی دلکشی اور ہر دل عزیز کے چند اصولوں اور پہلوؤں پر نظر ڈالیں۔



آپ کی شخصیت ہمیشہ تروتازہ رہنی چاہیے!

صفائی اور تازگی آپ کے جسم، بالوں، آنکھوں اور لباس سے عیاں ہونی چاہیے۔ مرجھائی ہوئی اور پریشان حال شخصیت کسی کو متاثر نہیں کرتی، خوش و خرم، مسکراتی اور چمکتی، پاک و صاف شگفتہ شخصیت بے پناہ کشش رکھتی ہے اور یہ پاکیزگی اور شگفتگی صرف باہر نہیں اپنے گھر میں بھی ضروری ہے۔

عورت خواہ کنواری ہو یا شادی شدہ، اس کی دلکشی ہنستی مسکراتی و صاف ستھری شخصیت میں ہے۔ لباس خواہ کیسا ہو صاف و ستھرا ہونا چاہیے اور ان کو سلیقے سے پہننا چاہیے اور ان کو سلیقے سے پہننا چاہیے، بال صاف بھی ہوں اور سنوارے ہوئے بھی، ناخن صاف اور تراشے ہوئے، جسم پاکیزہ اور مہکتا ہوا، بناؤ سنگھار میں سادگی ہو غیر معمولی نمائش نہیں۔

چہرے پہ سکون و شگفتگی ہو، چڑچڑاپن، غصہ اور تک چڑھی شخصیت سارے حسن کو زائل کر دیتی ہے۔ مسکراتا اور مطمئن چہرہ مقناطیسی کشش پیدا کرتا ہے، دانت صاف ہونا ضروری ہیں اور آنکھوں میں بھی تروتازگی صفائی سے آتی ہے، ان چند

باتوں پر توجہ دی جائے تو شکل و صورت خواہ کیسی ہو آپ کا سراپا دلکش بن جاتا ہے۔

کسی بھی محفل میں جائیں جسم و لباس کو مرکز توجہ نہ بنائیں
آپ کی شخصیت کی تمام تر دلکشی اس وقت زائل ہو جاتی ہے جب آپ کسی محفل
میں جا کر اپنی ساری توجہ جسم و لباس کی نمائش پر مرکوز کر دیتی ہیں، بار بار لباس درست
کرنا، رومال سے چہرہ صاف کرنا اور مسلسل اپنا میک اپ درست کرنا یا جسم اور چال
ڈھال کو اس طرح دیکھتے رہنا جیسے نمائش مقصود ہو آپ کی ساری دلکشی کو زائل کر دیتا
ہے۔ خود احساسی اور خود نمائی برے اطوار میں شمار ہوتی ہے۔

جب کبھی کسی محفل، دعوت یا تقریب میں جائیں جو کچھ بناؤ سنگھار کرنا ہے گھر پر
کر لیجئے، جب دوسروں کے درمیان پہنچ جائیں تو پھر اس جانب توجہ دینا چھوڑ دیجئے،
اپنی ذات اور اپنے لباس کے بجائے دوسروں کی ذات پر توجہ دیجئے، ان کو دلچسپی کا
مرکز بنائیے۔ گرد و پیش میں دلچسپی لیجئے، ہر فرد ستائش اور توجہ کا آرزو مند ہوتا ہے، آپ
ان کی اس آرزو کو پورا کر دیں تو خود مرکز نگاہ بن جائیں گی۔

اپنی تمام تر توجہ اہل محفل پر دیجئے

بہت سی سمجھدار خواتین بھی اس اصول کو فراموش کر دیتی ہیں۔ وہ اپنی ذات،
اپنے تجربات اور اپنے خیالات کو گفتگو کا موضوع بنا لیتی ہیں اور دوسروں کو اپنے بارے

میں کچھ کہنے کا موقع ہی نہیں دیتی ہیں، یہ ایک ایسی ناپسندیدہ عادت ہے جو آپ کی شخصیت کا سارا حسن ختم کر دیتی ہے۔

بہتر طریقہ یہ ہے کہ دوسروں کو بات کرنے کا زیادہ سے زیادہ موقع دیجئے، جب وہ اپنی رائے کا اظہار کر لیں تو مختصر اپنا خیال بھی ظاہر کر دیجئے، دوسروں کی بات جتنی توجہ اور دلچسپی سے سنی جائے اتنا ہی وہ آپ کو پسند کرنے لگیں گے، دوسروں کے دل میں جگہ حاصل کرنے کا یہ بہترین طریقہ ہے۔

زندگی سے پیار کا انداز اپنائے

زندگی کو زندہ دلی کا نام دیا گیا ہے۔ جو بھی رونق محفل بننا چاہے اسے یہ اصول اپنانا ہوگا۔ زندہ دل لوگ ہر سمت مسرتیں بکھیرتے ہیں اور یہی سبب ہے کہ ہر جگہ ہر عزیز ہوتے ہیں، زندگی سے پیار کرنا سیکھئے یعنی اسے ہنستے کھیلتے بسر کرنے کا انداز اپنائے، مسکراتے چہروں میں بے پناہ کشش ہوتی ہے۔ روتے بسورتے اور زندگی کا شکوہ کرتے لوگوں سے لوگ بیزار رہتے ہیں۔ دنیا میں کون ہے جسے دکھ درد اور مسائل کا سامنا نہیں، لیکن بعض خواتین کی عادت ہوتی ہے کہ ہر محفل میں اپنا دکھڑا رونے بیٹھ جاتی ہیں ایسی خواتین سے سب دور بھاگتی ہیں، خود آپ بھی۔ لیکن آپ اپنی بات کرنے بیٹھتی ہیں تو اس کمزوری کو بھول جاتی ہیں، یاد رکھیے کہ دنیا ہمدردی اور محبت کی پھول ہے آپ دوسروں کے دکھ درد اور ان کی بات توجہ سے سن کر اور ان کو محبت سے مشورے دیکر ہلکا کر سکتی ہیں۔

آپ کو سب سے زیادہ غیر مقبول بتانے والی چیز اپنی برتری کا اظہار اور دوسروں پر تنقید کرنے کی عادت ہے۔

بعض خواتین ہر محفل میں یہی دو کام کرتی ہیں اور اپنی شخصیت کو ناپسندیدہ بنا لیتی ہیں، ایسی خواتین کا کوئی بھی دوست نہیں ہوتا۔ آئندہ اس بات کو یاد رکھئے، جہاں بھی جاپئے جس سے بھی ملیئے، اس کی ذات، اس کے لباس اور اس کی اچھی باتوں کی ستائش میں فراخ دلی سے کام لیجئے، اس کی ہمت افزائی کیجئے اور اس سے اپنائیت کا سلوک کیجئے۔ ہر دلعزیزی کا یہ بہترین اصول ہے۔

اپنے برتاؤ اور طرزِ عمل کو دلپسند اور خوشگوار بنائیے

لوگوں سے ملنے جلنے کا انداز مہذب اور شائستہ ہونا چاہئے لیکن اس میں تصنع اور بناوٹ بالکل نہ ہو ممکن ہے آپ کو احساس نہ ہو لیکن بناوٹ کو لوگ فوراً محسوس کر لیتے ہیں اس لئے اپنے اندر شائستگی اور تہذیب پیدا کیجئے تاکہ قدرتی طور پر طرزِ عمل خوشگوار بن جائے۔ بہت زیادہ پر تکلف انداز مصنوعی محسوس ہوتا ہے اور حد سے زیادہ بے تکلفی بھی پسند نہیں کی جاتی۔ ہمیشہ میانہ روی کو اپنانے کی کوشش کیجئے۔

کچھ لوگ اجنبی ماحول میں بھی بہت جلد گھل مل جاتے ہیں اور بعض اپنے ماحول میں بھی اجنبی ہوتے ہیں، ظاہر ہے گھل مل جانے کی صلاحیت ان کو ہر دل عزیز بناتی ہے۔ اخلاق ایک ایسا حسن ہے کہ اجنبی کو بھی دوست بنا دیتا ہے۔ شائستگی شخصیت کو جاذب نظر بناتی ہے اور خوش مزاجی آپ کے لئے لوگوں کے دلوں میں جگہ پیدا کرتی ہے۔

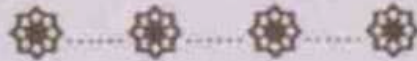
آواز اور لب و لہجے میں دلکشی پیدا کیجئے!

آپ کی آواز شخصیت کا مؤثر ترین اثاثہ ہوتی ہے، اس کو دلکش بنا کر پوری

شخصیت کو خوبصورتی عطا کی جاتی سکتی ہے۔

نرم لب و لہجہ ایک ایسا سنہرا اصول ہے جو آپ کو ہر ہزم میں قبولیت بخش سکتا ہے۔ آواز کا جادو بڑا اثر انگیز ہوتا ہے۔ سخت و ترش، طنز اور نخوت بھرا لہجہ انسان کے تمام اوصاف کو زائل کر دیتا ہے۔ اس کے برخلاف میٹھا اور نرم لب و لہجہ آپ کو ہر ہزم کی رونق بنا دیتا ہے، اس میں ہمدردی اور محبت بھی شامل کر دیجئے تو آپ ایسی کشش کی مالک بن جائیں گی جو آپ کی شخصیت کو ہر محفل میں مقبول بنا دے گی۔

آواز اور لب و لہجے میں مٹھاس پیدا کرنا کوئی دشوار بات نہیں صرف تھوڑی سی توجہ اور مشق کی ضرورت ہے۔ آپ کسی بھی بات کو نرم و موثر لہجے میں کہہ کر زیادہ کامیابی حاصل کر سکتی ہیں۔ خواہ و شکایت ہی کیوں نہ ہو، اچھی بات اگر سخت اور ترش لہجے میں کہی جائے تو اپنا اثر کھودیتی ہے۔ اس لئے آواز کے جادو کو پیدا کرنا آپ کے اپنے اختیار کی بات ہے۔



دل میں محبت اور ہمدردی کا جذبہ پیدا کیجئے

زندگی کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ کچھ دیے بغیر حاصل بھی کچھ نہیں ہوتا۔ محبت آپ کو محبت دیتی ہے ہمدردی آپ کو قبولیت عطا کرتی ہے، یہ بات جانتے تو ہم سب ہیں لیکن برتاؤ کے وقت اکثر بھلا دیتے ہیں، فراخ دلی انسان کو آپ سے قریب لاتی ہے۔ دلجوئی اس کے دل میں آپ کے لئے جگہ پیدا کرتی ہے اور ہمدردی اسے آپ کا دلدادہ بناتی ہے، سماجی زندگی میں جو مقام، ہمدردی سے پیدا ہوتا ہے وہ دولت عطا

کر سکتی ہے اور نہ مرتبہ، دنیا کی ہر دل عزیز شخصیت اس دولت سے مالا مال رہی ہے۔

ہمدردی زبان کی نہیں ہونی چاہیے، یہ آپ کے عمل سے ظاہر ہونا چاہیے۔

جو لوگ بچوں میں مقبول ہوتے ہیں وہ سب میں ہر دل عزیز ہوتے ہیں اور ان کی مقبولیت کا راز یہی ہے، چھوٹا ہو یا بڑا آپ کے ساتھ محبت سے گفتگو کریں، اس کی بات ہمدردی اور توجہ سے سنیں اور اس کے ساتھ دوستی کا سلوک کریں۔ آپ اس کی پسندیدہ شخصیت بن جائیں گی۔

انسان کی شخصیت کی دلکشی اور ہر دل عزیز کا اندازہ اس کی خوبصورت شکل و صورت، اس کے خوش نما لباس یا اس کے ظاہری حسن سے نہیں لگایا جاتا۔

جس کے جتنے زیادہ دوست ہیں، اتنا ہی وہ ہر دل عزیز ہوتا۔ اس لئے آئیے پہلے یہ اندازہ کیجئے کہ آپ میں دوست بنانے کی کتنی صلاحیت ہے۔

ذیل میں دیئے گئے سوالات کے جوابات بڑی دیا امتداری کے ساتھ ”ہاں“ یا نہیں، میں دیجئے اگر آپ اوسطاً ۱۶۰ یا اس سے زائد نمبر حاصل کر لیں تو آپ میں دوست بنانے کی بہتر صلاحیت ہے۔ اس امتحان کی روشنی میں مندرجہ بالا اصولوں پر عمل کر کے آپ ایک دلکش اور ہر دل عزیز شخصیت کی مالک بن سکتی ہیں۔

سوال: ہاں، نہیں، کبھی کبھی۔ مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

1۔ کیا آپ لوگوں کو خوش دیکھ کر لطف اندوز ہوتی ہیں؟

۱۵ - ۵

2۔ کیا آپ اپنے وعدے ہمیشہ ایفا کرتی ہیں؟

۱۵ - ۵

وہ کتنے ہی معمولی یا غیر اہم کیوں نہ ہوں؟ ۱۵ - ۵

3۔ کیا آپ ہمیشہ صاف ستھری اور پاکیزہ رہتی ہیں؟

۱۵ - ۵

4۔ کیا آپ دوسروں کی ستائش کر کے خوشی محسوس کرتی ہیں؟

۱۵ - ۵

5۔ کیا آپ دوسروں کی مدد کرنے اور ان کی مشکلات حل کرنے کے لئے حد سے زیادہ کوشش کرتی ہیں؟

۱۵ - ۵

6۔ کیا آپ کسی بھی مسئلہ پر اظہار رائے کرنے سے پہلے دوسروں کی رائے معلوم کرتی ہیں۔

۱۵ - ۵

7۔ کیا آپ دوسروں کے ساتھ کھل کر رہنے کو پسند کرتی ہیں؟

۱۵ - ۵

8۔ کیا آپ اپنے گرد و پیش کے عام لوگوں میں زیادہ دلچسپی لیتی ہیں؟

۱۵ - ۵

9۔ کیا آپ ایک اچھی ہم جلیس ہیں؟

۱۵ - ۵

10۔ کیا آپ عام تقریبات میں شامل ہو کر پوری طرح لطف اندوز ہوتی ہیں؟

۱۵ - ۵

11۔ کیا آپ خوش گو ہیں اور بے تکلفی کے ساتھ گفتگو کر سکتی ہیں؟

۱۵ - ۵

12۔ کیا لوگ آپ کے پاس مشورے لینے آتے ہیں؟

۱۵ - ۵

13۔ کیا آپ دوسروں کا راز اپنے دل میں محفوظ رکھتی ہیں؟

۱۵ - ۵

14۔ کیا آپ خوش مزاج ہیں اور اپنے جذبات پر قابو رکھتی ہیں؟

۱۵ - ۵

15۔ کیا آپ دوسروں کی بے جا شکایت سن کر ان کی عدم موجودگی میں بھی

ان کی حمایت کرتی ہیں؟

۱۵ - ۵

کل میزان:-

غلط فیصلے نہ کیجئے

انسانی زندگی گونا گوں واقعات، حادثات اور مشکلات و مسائل سے مرکب ہے۔ کسی کو ان سے چھٹکارا نہیں! البتہ ان کی نوعیت اور شدت کی کمی بیشی میں فرق ہو سکتا ہے۔ ہر شخص کو اپنے وسائل اور سوجھ بوجھ کے مطابق ان سے نمٹنے کا فیصلہ کرنا پڑتا ہے ایسے فیصلے انسان کے مستقبل کے لئے نہایت اہمیت رکھتے ہیں۔ جلدی میں کیا ہوا فیصلہ اگر ہنسی کھیلتی زندگی کا دامن آگ سے بھر دیتا ہے، تو صحیح سمت میں بروقت اٹھے ہوئے قدم انسان کی کامیابی و ترقی کے ضامن بن جاتی ہیں آپ نے کبھی سوچا، ایسا کیوں ہے؟ ایک چیز کے حسن و قبح کا بخومی علم رکھنے کے باوجود ہمارے فیصلے بسا اوقات غلط کیوں ہو جاتے ہیں؟ یا منزل مقصود معلوم ہوتے ہوئے بھی ہم وہاں تک پہنچنے میں ناکام کیوں رہتے ہیں؟ اس کی وجہ جہاں ناسازگار ماحول اور نامساعد حالات ہوتے ہیں، وہاں خود

انسان کی اپنی ذات اور اس کے فیصلے بھی نہایت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

روزمرہ کے چھوٹے موٹے اکثر مسائل وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ خود بخود حل ہو جاتے ہیں۔ ایک مشہور صاحب علم کا بیان ہے۔

”اگر مجھے کسی چیز کے بارے میں بدھ کے روز کوئی فیصلہ کرنا ہوتا ہے، تو میں اس سے اس وقت تک گریزاں رہتا ہوں جب تک بدھ کی صبح طلوع نہیں ہو جاتی، اس دوران میں معاملے کے ہر پہلو پر اتنا غور و خوش کر لیتا ہوں کہ فیصلہ کرنے میں دیر نہیں لگتی۔ اکثر ایسا ہوا کہ مقررہ دن سے پیشتر ہی مسئلے کا کوئی نہ کوئی حل نکل آیا اور مجھے اس کے بارے میں کسی خاص تگ و دو، پریشانی یا اضطراب کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔“

یہ انداز فکر یقیناً کسی حد تک صحیح ہے۔ لیکن زندگی کے اہم مسائل فوری توجہ اور فیصلے میں متقاضی ہوتے ہیں، ان کی چھان پھٹ کر کے انہیں روزمرہ کے معمولی مسائل سے الگ کرنا بہر حال ضروری ہے بصورت دیگر ہر لمحے نقصان اور شکست کا اندیشہ رہے گا۔

انسان جب زندگی کے کسی نازک اور اہم مسئلے سے دوچار ہوتا ہے۔ تو اس کی ذہنی کیفیت بالعمول تذبذب کا شکار ہو جاتی ہے۔ مثلاً آپ کے سامنے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کونسا پیشہ اختیار کیا جائے یا موجودہ ملازمت چھوڑ کر نیا ذریعہ معاش اپنایا جائے یا نہیں۔

تو آپ سو دو زیاں کے بھنور میں پھنس جائیں گے اور کوئی فوری اور حتمی فیصلہ کرنا دشوار ہو جائے گا۔ ایسی صورت حال پیدا ہو، تو سمجھ لیجئے، آپ کمزور قوت ارادی کے مالک ہیں موقع محل کے مطابق فوری اور صحیح فیصلے نہیں کر سکتے، اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو نہ تو اپنی ذات پر اعتماد ہے اور نہ اپنے فیصلوں کی کامیابی پر پختہ یقین۔ آپ چاہے زندگی کے کسی شعبے سے تعلق رکھتے ہوں، کامیابی کے لئے ان اوصاف کا ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح زندگی میں کامیابی سے ہمکنار ہونے کے لئے صرف سخت محنت ہی کافی

نہیں، بلکہ صحیح رستے کا ٹھیک ٹھیک اندازہ اور انتخاب بھی ضروری ہوتا ہے کچھ لوگوں میں یہ صفت فطری طور پر موجود ہوتی ہے، لیکن آپ کو اپنے گرد و پیش ایسے بے شمار افراد بھی نظر آ جائیں گے جو ذاتی کوشش اور توجہ سے اپنے اندر اس صفت کو پیدا کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں اور اس کی بدولت عزت و آرام کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ صحیح اور بروقت فیصلے کیونکر ممکن ہیں؟ ماہرین نفسیات نے اس کے لئے کوئی لگا بندھا اصول وضع نہیں کیا۔ اس کا دار و مدار زیادہ تر خود انسان کی اپنی ذات اور حالات پر منحصر ہوتا ہے، تاہم انہوں نے کافی تحقیق و تفتیش اور تجربات کے بعد چند رہنما اصولوں کی نشاندہی کی ہے جن پر عمل پیرا ہو کر بہت سے لوگ زندگی میں فتح و کامرانی حاصل کر چکے ہیں۔

ان گزارشات کا مطلب یہ نہیں کہ آپ اندھا دھند فیصلے کرنے لگیں۔ جلد بازی ہمیشہ کام بگاڑ دیتی ہے۔ اس سے حتی الوسع اجتناب کریں۔ زندگی کا کوئی فیصلہ کرنے بیٹھیں، تو پہلے اسے اپنے ذہن میں ضرور تو لیں، اس کے حسن و قبح کا امکان بھر جائزہ لیں، آئندہ زندگی میں اس کی وجہ سے جو تبدیلیاں متوقع ہیں۔ ان کا ایک خاکہ بنا لینے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں لیکن اس سارے معاملے کو جتنی جلدی سمیٹ لیا جائے، اتنا ہی آپ کے حق میں بہتر ہوگا۔ ورنہ ہر وقت کی فکر و تشویش سے آپ کی ذہنی اور جسمانی صلاحیتیں سخت متاثر ہوں گی اور آپ کبھی اپنے فیصلوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے حالات کے سامنے سینہ سپر نہ ہو سکیں گے۔

ماہرین نفسیات کا کہنا ہے، انسان جب تک کسی معاملے میں کوئی حتمی فیصلہ کر کے اسے نمٹا نہیں لیتا، اس کے ذہن میں اندیشہ ہائے دور دراز کلبلاتے رہتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں اسے جو ذہنی کوفت اٹھانی پڑتی ہے اور جس اعصابی شکست و

ریخت سے دو چار ہونا پڑتا ہے، وہ کسی غلط فیصلے کے نتیجے میں ظہور پذیر ہونے والی صورت حال کے مقابلے میں کہیں زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔

ذیل کاریگری کا کہنا ہے، اسے جب کسی اہم معاملے کا فیصلہ کرنا ہوتا ہے، وہ سب سے پہلے اس کے متعلق تمام معلومات اکٹھی کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ گویا وہ ذہن ایک وکیل کا فریضہ انجام دیتا ہے جو اپنے مقدمے کی پوری تیاری کرتا ہے۔ اور اس کی کامیابی کے لئے تمام ضروری مواد جمع کرتا ہے۔ ذیل کاریگری کا یہ نسخہ آپ بھی آزما سکتے ہیں۔ اس طرح کوئی قدم اٹھانے سے پہلے جو بھی فیصلہ کریں گے اس سے پیدا ہونے والے نتائج کے اچھے اور برے دونوں رخ کھل کر سامنے آ جائیں گے اور نسبتاً زیادہ بہتر اور اچھا فیصلہ کر سکیں گے۔

بعض ماہرین نفسیات کا کہنا ہے کسی چیز کے متعلق حتمی فیصلے پر پہنچنے کے لئے اس کے بارے میں مختلف معلومات کا ذخیرہ کر لینا ہی کافی نہیں ہوتا اس سے نہ تو کوئی مسئلہ حل ہوتا ہے نہ اس کی سنگینی میں کوئی کمی ہو سکتی ہے۔ صحیح نتائج حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ان معلومات کو مربوط انداز میں ترتیب دے کر ان کا باقاعدہ تجزیہ کیا جائے تاکہ ساری صورت حال خود بخود واضح ہو جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ آپ موقع محل کی اہمیت اور سنگینی کا ٹھیک ٹھیک اندازہ کر سکیں۔ جب تک کوئی شخص اپنے حقیقی مقصد سے آگاہ نہیں ہو گا یا اسے اپنی پسند، ناپسند اور اس کی اہمیت کا علم نہیں ہو گا، اس سے کوئی صحیح راہ متعین کرنے کی توقع فضول ہوگی۔

حصول مقصد کے لئے متبادل ذرائع سوچنا اور دریافت کرنا نہایت ضروری ہے۔ اس طرح آپ جو راستہ منتخب کریں گے اس میں مشکلات اور خطرات کم ہوں گے۔ آپ نے اکثر دیکھا ہوگا انسان جب کوئی اچھا فیصلہ کر لیتا ہے، تو اس پر خوشی

اور مسرت کا عالم طاری ہو جاتا ہے لیکن اس کے برعکس اگر وہ کسی معاملے میں کوئی غلط قدم اٹھاتا ہے، تو وہی الجھن اور پریشانی کا شکار ہو جاتا ہے۔ قدرت اس بارے میں غیر محسوس طور پر انسان کی مدد کرتی ہے۔ خود اسکے دلی جذبات اور قلبی احساسات رہنمائی کے لئے آگے بڑھتے ہیں۔

سگمنڈ فرائڈ سے ایک بار کسی نے سوال کیا کہ آپ مختلف معاملات میں فیصلے کس طرح کرتے ہیں؟ اس نے جواب دیا، روزمرہ کے نسبتاً کم اہم معاملات کا تصفیہ کرنے سے پہلے ان کے مختلف پہلوؤں پر دیر تک غور و فکر کرتا رہتا ہوں، لیکن جہاں تک زندگی کے اہم مسائل، کسی نئے پیشے یا رفیق حیات کے انتخاب وغیرہ کا تعلق ہے میرا اعتقاد ہے کہ ان کے بارے میں انسان کو اپنے دل سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیئے۔ اس کی روشنی اور رہنمائی میں وہ جو بھی فیصلہ کرے گا بالعموم درست ثابت ہوگا۔

پرانی کہاوت ہے، بڑے فیصلے کرنے سے پہلے سوچاؤ، یقین جانئے اس میں آپ کے لئے ایک بڑے کام کی بات پوشیدہ ہے۔ اکثر مرتبہ مسائل ذہن میں الجھ کر رہ جاتے ہیں۔ کوشش کے باوجود انسان کو ان کا کوئی حل نہیں سو جھتا، لیکن جب وہ تھک ہار کر بستر پر دراز ہو جاتا ہے۔ ان مسائل کی الجھی ہوئی گتھی نیند کے دوران میں خود بخود سلجھ جاتی ہے۔ انسان کا مزاج جذباتی کیفیات کے اتار چڑھاؤ کے ساتھ ساتھ بدلتا رہتا ہے۔ اس جذباتی جوار بھائے کے اثرات انسانی فیصلوں میں بخوبی محسوس کیے جاسکتے ہیں، مالک کا موڈ خوشگوار ہو، تو آپ کی بڑی سے بڑی گستاخی ہنس کر نظر انداز کر دی جائے گی، لیکن اس کے برعکس اگر وہ غصے میں بھرا بیٹھا ہو، تو جائز مطالبہ بھی لے کر اس کے پاس جانا آپ کے حق میں نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔

مندرجہ بالا کہاوت انہی انسانی خامیوں کی عکاسی کرتی ہے۔ تازہ دم اور ہشاش

بتاش انسان اور افراد کی نسبت زیادہ بہتر اور اچھے فیصلے کر سکتا ہے جو غصے میں ہوں یا کسی بات پر جھنجھلائے بیٹھے ہوں اس قسم کی صورت حال سے ہوشیار رہنا اور بچنا ضروری ہے۔ ایسے لمحات کسی طرح بھی زندگی کے اہم فیصلوں کے لئے موزوں اور مناسب نہیں ہوتے۔ ایک سے دو بھلے۔ تنہا آدمی ایک مسئلے کے سارے پہلوؤں کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ یہ بشری طاقت سے باہر ہے۔ اسلام نے بھی اپنے مسائل باہمی صلاح مشورے سے حل کرنے کا سبق دیا ہے اس پر عمل پیرا ہو کر آپ اپنے بے شمار الجھنوں سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔ دوسرے لوگوں سے اپنے مسائل کے بارے میں بات کریں۔ ان سے تبادلہ خیالات، آپ کو کسی حتمی اور صحیح فیصلے تک پہنچنے میں بڑی مدد دے گا۔ اس طرح مسئلے کے کئی نئے پہلو آپ کے سامنے آ جائیں گے کچھ عجب نہیں دوسرے شخص کا کوئی سوال یا استفسار، زیر غور مسئلے کا کوئی ایسا نیا پہلو اور رخ اجاگر کر دے، جس کی روشنی میں سابقہ فیصلے پر نظر ثانی کی ضرورت محسوس ہونے لگے۔ پھر اس طرح ایک اور بڑا فائدہ ہوتا ہے، کسی مسئلے سے جذباتی وابستگی کی بنا پر انسان خود اس کے حسن و قبح پر گہری تنقیدی نظر نہیں ڈال سکتا، لیکن یہ کام دوسرا شخص اس کے لئے زیادہ بہتر اور احسن طریقے سے سرانجام دے سکتا ہے۔ گوئی نے کہا تھا۔ ہمارے زندگی میں سوائے ہمت، قوت اور استقلال کے اور رکھا ہی کیا ہے؟ یہ بات اپنی جگہ درست ہے، زندگی میں آپ جتنے بھی بڑے بڑے فیصلے کریں گے، ان میں فائدے اور نقصان دونوں کے واضح امکانات موجود ہوں گے، ان سے بچنا یا انہیں اپنے مواقع ڈھالنا بڑی حد تک آپ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ خوب غور و فکر کر لینے کے بعد ایک بار جو فیصلہ کر لیں اسے حتی الوسع تبدیل نہ کریں۔ اس بات پر پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کہ لوگ آپ کے متعلق کیا سوچتے ہیں یا سوچیں اور کہیں گے۔ اپنی

زندگی کی ضروریات، اور قدروں کو آپ اور صرف آپ ہی اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ کامیابی کے لئے بھرپور فیصلے کرنے کے مواقع زندگی میں بار بار نہیں آتے۔ انہیں نادانی سے ضائع نہ ہونے دیں۔ یاد رکھیے اگر ہم زندگی میں کامیابی کے مستحق ہیں، تو اس اصول کو مشعل راہ بنانا ہوگا کہ ایک بار جو فیصلہ کر لیں اسے عملی جامہ پہنانے کے لئے پورے استقلال، حوصلے اور جرأت کا مظاہرہ کریں، راستے کی مشکلات اور رکاوٹیں کو دیکھو دیکھو ختم ہو جائیں گی۔



الفاظ بدلئے کامیاب ہو جائیے

زندگی سبک خرام بھی ہے اور بارگراں بھی اس کے مزاج کو نہ سمجھنے والے عمر بھر پریشانیوں اور ناکامیوں کا سامنا کرتے ہیں اور اس کے رمز آشنا شکست پر شکست کھانے کے باوجود کامیابیوں سے ہم کنار ہوتے ہیں۔ ماہرین نفسیات نے کامیابی کے راز بہت سے بتائے ہیں، مگر آج ہم نفسیات کے چند ایسے نکتے بیان کرتے ہیں جن پر عمل کرنے میں ایک دھڑی خرچ نہیں آتی، کچھ زیادہ مشقت کرنی نہیں پڑتی اور زندگی کے معمولات میں غیر معمولی رد و بدل درکار نہیں۔ یہ آسان نسخہ آپ سے صرف اپنے بول چال کے چند الفاظ میں تبدیلیوں کا تقاضا کرتا ہے، یعنی آپ اپنی بات چیت کے چند الفاظ تبدیل کر دیجئے، آپ کی کامیابی کی راہیں ہموار ہوتی چلی جائیں گی۔ آپ کہیں گے کہ چند الفاظ کو بدل دینے سے زندگی کی تلخیاں اور مایوسیاں کس طرح دور ہو سکتی ہیں، مگر یہ تعجب کی بات نہیں۔ اگر آپ ہماری باتوں پر سنجیدگی سے غور کریں

اور ان پر عمل کرنے کا عزم کر لیں، تو آپ دیکھیں گے کہ آپ کی زندگی کا نقشہ حسین سے حسین تر اور خوب سے خوب تر ہو جائے گا۔

چند الفاظ اور فقط چند الفاظ کی تبدیلی سے جو معجزے رونما ہوں گے، ان کا اندازہ عمل سے پہلے نہیں لگایا جاسکتا۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

دراصل ہمارا ذہن قیمتی نسخوں کی تلاش میں رہتا ہے اور وہ سستی اور عام چیزوں کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ سنا ہے ایک دفعہ کسی بڑے ملک کا بادشاہ بیمار پڑ گیا۔ حکیم اور طبیب بلائے گئے۔ ایک تجربہ کار ہوشیار طبیب نے نسخہ دیا اور یہ بھی بتا دیا کہ اس پر دو پیسے لاگت آئی ہے۔ بادشاہ نے اسے استعمال کرنے سے انکار کر دیا اور مرض چند ہی دنوں میں بے پناہ شدت اختیار کر گیا۔ پوری مملکت میں کھلبلی مچ گئی۔ آخر کار بیرون ملک سے ایک جید طبیب بلایا گیا۔ اس نے بھی وہی مرض تشخیص کیا جو پہلا حکیم کر چکا تھا، تاہم اس نے نسخہ تیار کر کے اس کی قیمت پچاس ہزار طلب کی۔ بادشاہ نے خوش اعتمادی کا اظہار کیا اور نسخہ بڑے ذوق و شوق سے استعمال کیا۔ دو ہی روز میں حیرت انگیز افاقہ ہو گیا۔ وہ نسخہ بہت آسان اور ارزاں تھا، چنے پیس کر بڑی ہی سستی دو املائی گئی تھی اور اس نسخے کی تیاری پر وہی دو پیسے خرچ ہوئے تھے۔

ہم سمجھتے ہیں بادشاہوں کا عہد گزر چکا، اس کے ساتھ ساتھ طبیعت اور مزاج کے چونچلے بھی ختم ہو جانے چاہئیں۔ یہ سادگی اور سادہ زندگی کا عہد ہے۔ تکلفات پریشانیوں اور دفتروں میں اضافہ کرتے ہیں اور کامیابی اور خوشی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ ہم کامرانیوں اور مسرتوں کا جو سیدھا سادا اور سہل نسخہ تجویز کر رہے ہیں، اس پر یورپ اور امریکہ کے لاکھوں افراد عمل کر کے گوہر مقصود حاصل کر چکے ہیں۔ ہمارے ماحول میں انہیں اور بھی زیادہ آسانی سے آزمایا جاسکتا ہے۔ مغرب

کے ماہرین نفسیات اس نسخے کو خوبصورت ربن میں باندھ کر دیتے ہیں اور ہم کسی خارجی تکلف کے بغیر بیان کیے دیتے ہیں۔

اصل نسخہ بتانے سے پہلے ہم یہ عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اسے ہر عمر میں اور ہر مقام پر آزمایا جاسکتا ہے۔ مردوں کے لئے یہ اصول جس قدر مفید ہیں، عورتوں کے لئے بھی کچھ زیادہ سودمند ثابت ہوں گے۔ اگر بچوں کو یہ اصول شروع ہی میں بتا دیئے جائیں تو وہ زندگی میں کہیں ٹھوکر نہ کھائیں گے اور شکست ان پر کبھی قبضہ نہ کر سکے گی۔ بوڑھوں کو یہ بحرب اصول ایک پرامید اور پر کیف عہد کا پیغام دیتے ہیں۔ ہم جو اصول بتانے لگے ہیں، انہیں سمجھنے کے لئے آپ کاغذ پینسل لے کر بیٹھ جائیے اور جو نہی ہماری باتیں ختم ہوں گی، آپ کے اندر کی دنیا بڑی حد تک تبدیل ہو چکی ہوگی۔

یہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ آپ کو اپنی روزمرہ کی باتوں میں فقط چند الفاظ تبدیل کر دینے ہوں گے۔ ہماری پوری بحث چند الفاظ کے گرد گھومے گی اور آپ دیکھیں گے جوں جوں آپ پر الفاظ کے اثرات مرتب ہوں گے، آپ کا ذہن معجزانہ طور پر کام کرنے لگے گا۔ لیجئے سبق شروع ہوتا ہے۔

ہم روزمرہ کی گفتگو میں اکثر اوقات کہتے ہیں۔

اگر میں امتحان میں کامیاب ہو گیا..... تو

اگر آپ نے مجھے خدمت کا موقع دیا..... تو

اگر میری! میں وقت پر اسٹیشن پہنچ گیا..... تو

اگر میری خانگی زندگی خوشگوار رہی..... تو

یہ جملے اور اسی قسم کے دوسرے جملے ہم دن میں سینکڑوں بار استعمال کرتے ہیں اور ہر

بار کا استعمال ہمارے اندر خاص انداز کی عادتیں پیدا کر دیتا ہے۔ لفظ ”اگر“ میں اپنی بے بسی، حالات کی اور نامعلوم واقعات کی ستم ظریفی کی پرچھائیاں ملتی ہیں۔ اس کے علاوہ ”اگر“ کے استعمال سے ہم ناکامیوں کے امکانات سے زیادہ قریب ہوتے جاتے ہیں۔ ہمارا ذہن متنی انداز میں سوچتا رہتا ہے۔ اگر میں کامیاب ہوں۔ ”اس جملے میں ناکامی کے امکانات کا اعلان ہے اور ذہن میں ناکامی کے بہت سے پہلو ابھرتے رہتے ہیں۔

ہم تجویز کرتے ہیں کہ ”اگر“ کا لفظ استعمال کرنا بند کر دیا جائے اور اس کی جگہ ”کیونکر“ کو ملنی چاہیے۔ اب آپ اوپر کے ناتمام جملوں کو اس طرح پڑھیے۔

میں امتحان میں کیونکر کامیاب ہو سکتا ہوں۔

میں آپ کی خدمت کرنے کا موقع کیونکر حاصل کر سکتا ہوں۔

میں اپنی خاندانی زندگی کو کیونکر خوشگوار بنا سکتا ہوں؟

آپ نے محسوس کر لیا ہوگا کہ اس ذرا سی تبدیلی سے آپ کے ذہن کے سامنے زندگی کا منفی رخ آنے کے بجائے مثبت پہلو ابھرنے لگے گا۔ آپ مستقبل کے موہوم دوسوں میں دھنسنے کے بجائے عمل کی طرف مائل ہوں گے اور منزل تک پہنچنے کے لئے کوشش کرتے رہیں گے۔

”کیونکر“ کا دائرہ ہمیں مندرجہ ذیل سوال تک بھی لے جاتا ہے۔ میں کیونکر اپنے آپ کو لوگوں کے لئے پسندیدہ بنا سکتا ہوں؟

اس سوال کا جواب دینے تک آپ کے سامنے ایک اور سوال ابھر کر آئے گا۔

میں یہ کیونکر ظاہر کر سکتا ہوں کہ میں لوگوں کو پسند کرتا ہوں؟

”اظہار“ پر آپ جتنا زیادہ غور کریں گے، آپ کے اندر انکسار، عوام کی خدمت، تہذیب، شائستگی، تحمل اور بردباری کی خوبیاں پرورش پانے لگیں گی۔ اظہار

میں بناوٹ یا تصنع یا فریب شامل نہیں ہونا چاہیے بلکہ یہ آپ کی دلی تمنا ہو کہ طور اطور حقیقی طور پر اتنے اچھے اور شائستہ ہو جائیں کہ عام آدمی کو ان سے آرام اور فائدہ پہنچے۔ اگر آپ لوگوں کی خدمت کر کے انہیں خوش رکھنے اور ان کی خوبیوں سے خوش ہونے کے خواہشمند ہو گئے، تو وہ آپ کو دل اور جان سے پسند کرنے لگیں گے اور آپ اپنی ذات کے خول سے نکل کر دوسروں کے لئے کام کرنے میں لگن رہیں گے۔ اس طرح کیونکر کے اثرات آپ کی زندگی کا نقشہ یکسر بدل دیں گے۔ آپ کے ذہن میں یا زبان پر جو نبی ”اگر“ کا نقش ابھرنے لگے، اسے فوراً ”کیونکر“ کا نقش تعمیر کیجئے۔ ایک ہفتے کی مشق سے آپ اگر ”کو روزمرہ کی بات چیت سے خارج کر دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

اب ہم آپ کو ایک دوسرے لفظ کی تبدیلی کا نشان بتائیں گے۔ عہد جدید میں ہماری زندگی کا تانا بانا زیادہ تر دوسروں کے تعاون سے تیار ہوتا ہے۔ ہم جب چپاتی کھا رہے ہوتے ہیں اس میں نئی باتھوں کی محنت شامل ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ معاشرتی زندگی میں آگے بڑھنے کے لئے تعلقات کے استحکام زیادہ سے زیادہ تعاون کا اصول قرار پاتا ہے اور ہم اس کے لئے سرگرواں رہتے ہیں اور ہر طرح کے جتن کرتے ہیں۔ پھر بھی اکثر اوقات ناکام ہی رہتے ہیں۔ اس ناکامی پر صرف ایک لفظ میں تبدیلی کے ذریعے قابو پایا جاسکتا ہے۔ آپ مندرجہ ذیل دو فقروں کے فرق پر غور کیجئے، تو آپ کو کامیابی کی کنجی از خود حاصل ہو جائے گی۔

ہم لوگوں کا تعاون حاصل کرنا چاہتے ہیں۔“

”لوگوں کا تعاون ہماری طرف کھینچتا چلا آتا ہے۔“

”حصول“ اور کشش میں زبردست فرق ہے ناکام لوگ دوسروں کا تعاون

حاصل کرنے پر انحصار کرتے ہیں اور کامیاب لوگوں کے ساتھ تعاون کرنے کے لئے پیچھے پیچھے پھرتے ہیں۔ دوسروں کے تعاون پر انحصار، بے بسی اور بے چارگی کو جنم دیتا ہے اور دوسروں کے تعاون پر بہت زیادہ بھروسہ کرتے ہیں۔ زیادہ تر بیکار اور ناکام ثابت ہوتے ہیں ان کی سرگرمی اور گرم جوشی دوسروں کے لئے مقناطیس بن جاتی ہے اور بے شمار افراد ان کی طرف کھینچے چلے آتے ہیں۔

اب ہم تیسرا نکتہ بیان کرتے ہیں۔

اپنا وقت اس سوچ بچار میں ضائع کرنے کے بجائے کہ ”کیا ہو سکتا تھا۔ اس امر پر مرکوز کر دیجئے کہ“ اب کیا ہو سکتا ہے۔ کیا ہو سکتا تھا کے الفاظ ہمیں ماضی میں لے جاتے ہیں جس کی اصلاح ممکن نہیں کیونکہ وہ گزر چکا اور گزرے ہوئے عہد پر وقت اور ذہن کو جھونک دینا، دراصل حاصل مستقبل کو فنا کر دینے کے برابر ہے۔ اب کیا ہو سکتا ہے۔“ یہ فقرہ ہمیں مستقبل میں لے جاتا ہے اور ہم آگے کی طرف دیکھتے ہیں۔ حاصل کی باگیں تھام کر اس کا رخ اس سمت میں پھیر دینے کی ضرورت ہے جو آپ کے لئے زیادہ سودمند ثابت ہو سکتی ہے۔

چوتھی بات مختصر مگر بہت اہم ہے۔

عام طور پر یہی سوچا جاتا ہے کہ جسم کے اندر دماغ بھی ہے۔

یہاں معمولی سی ترمیم کی ضرورت ہے۔

دماغ اہم ہے جسم کے ساتھ

اس تبدیلی سے حیرت انگیز فرق پیدا ہو گیا۔ اب آپ کے سوچنے کا انداز یہ ہوگا

کہ اصل اہمیت دماغ کو حاصل ہے، وہ فیصلے کرتا ہے اور جسم ان فیصلوں کو عملی جامہ

پہناتا ہے۔ اس نقطہ نظر کے ساتھ آپ اپنے معاملات میں زیادہ تر دماغ کو استعمال

کریں گے اور اسی کو اہمیت دیں گے۔ فیصلے کرتے وقت آپ کے سامنے دماغ کے تقاضے جسم کے تقاضوں پر سبقت لے جائیں گے۔ یعنی آپ کے رویوں میں حیوانی عنصر کم اور انسانی عنصر زیادہ ہوگا اور اس طرح پوری زندگی کا مقصد اور نصب العین ہی یکسر بدل جائے گا۔

اب ہم پانچویں نکتے کی طرف بڑھتے ہیں جو ہماری زندگی میں غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔ ہمارے مشاہدے کے مطابق یہی وہ نکتہ ہے جو ہجوم تفکرات میں اکثر ذہن سے محو ہو جاتا ہے جس کے سبب بے شمار پیچیدگیاں اور الجھنیں پیدا ہوتی ہیں۔ ہم اس نکتے کو ذرا وضاحت سے بیان کریں گے۔

ہم پر جب برا وقت آتا ہے، مایوسیاں ہر طرف سے حملہ آور ہوتی ہیں اور امید کی کوئی کرن نظر نہیں آتی، تو گھبرا کر پکار اٹھتے ہیں۔ ان سے زیادہ برے حالات نہیں ہو سکتے۔

ان الفاظ میں گہری مایوسی کا اظہار ہے، مگر غور کرنے پر آپ خود محسوس کریں گے کہ ان ہی سے امید کی کرن پھوٹ رہی ہے۔ ہم گویا یہ کہہ رہے ہیں کہ خرابی حالات کی انتہا ہو چکی یعنی ہم تحت الثریٰ میں آگرے۔ اس کے بعد جو تبدیلی آئے گی، وہ تحت الثریٰ سے اوپر ہی اٹھائے گی۔ الفاظ کا یہ روشن پہلو سامنے نہیں آتا اور اور سننے والے پر مایوسی کا تاثر قائم ہوتا ہے اور ان الفاظ کے دہرانے والا بھی بے عملی اور مایوسی کی دلدل میں اترتا چلا جاتا ہے یہ الفاظ آج کل بہت زیادہ سننے میں آرہے ہیں۔ ”ہماری زندگی جس بھیا تک دور سے گزر رہی ہے۔“ ہر شخص کی زبان پر یہی ہے۔ ان سے زیادہ برے حالات نہیں ہو سکتے۔

یہ اعلان دراصل شکست اور بے ہمتی کا اعلان ہے اور اس اعلان سے تاریکی کا

وجود بہت جاں گسل ہوتا چلا جاتا ہے۔ اعصاب جواب دے جاتے ہیں اور ہمتیں خزاں رسیدہ پتے کی طرح کاٹنے لگتی ہیں ذہن کی یہ کیفیت ہر اعتبار سے جان لیوا ہے۔ اس سے نکلنے کے لئے ہم مندرجہ ذیل الفاظ تجویز کرتے ہیں۔

حالات بہتر ہو کر رہیں گے۔

ان الفاظ میں بھی وہی بات کہی گئی ہے جو اوپر کے الفاظ میں کہی جا چکی ہے، مگر دونوں کے پیرایہ اظہار اعصاب شکن اور دوسرا اظہار، لگن اور شوق کا پیام ہے۔ حالات بہتر ہو کر رہیں گے۔ انتہائی برے حالات میں بھی ذہن میں امید کی نئی رو، دوڑا دیتے ہیں اور مایوسیوں سے نبرد آزما ہونے کی زبردست قوت بخشتے ہیں۔

ایک اور بات عام مشاہدے میں نمایاں ہے اور اس نے بھی ہماری عادات، ہمارے اطوار اور ہمارے سوچنے کے انداز پر غیر شعوری طور پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ آپ نے یہ فقرہ اکثر لوگوں سے سنا ہوگا اور آپ خود بھی اسے دن میں کئی بار استعمال کرتے ہوں گے۔

میں یہ کام نہیں کر سکتا۔

ان الفاظ کے ظاہری معنی تو یہ ہیں کہ آپ میں ایک کام کرنے کی صلاحیت اور طاقت نہیں،، مگر یہ الفاظ جو فرد بھی استعمال کرتا ہے، اس کے ذہن میں کچھ اور ہوتا ہے۔ دراصل وہ یہ کہنا چاہتا ہے۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں یہ کام نہیں کروں گا۔

ہم اکثر اوقات نہیں کروں گا، کوئی نہیں کر سکتا میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ اس تبدیلی کے ایک سے زیادہ نقصانات ہیں، نہیں کر سکتا۔ میں اپنی عدم صلاحیت کا اعلان ہے اور یہ اعلان اکثر معاملات میں غلط ہوتا ہے، ہم جب ایک کام کرنا نہیں چاہتے، تو اس سے پیچھا چھڑانے کے لئے کہہ دیتے ہیں۔ میں یہ کام نہیں کر سکتا۔

اپنے آپ کو فریب دینے کی یہ عادت سخت نقصان دہ ہے اس ذہنی مرض سے نجات پانے اور زندگی میں مثبت اور موثر نقطہ نظر اختیار کرنے کے لئے ہم اوپر کے الفاظ میں مندرجہ ذیل تبدیلی تجویز کرتے ہیں۔

”نہیں کر سکتا۔“ کے بجائے کروں گا۔ استعمال کرنا شروع کر دیجئے، مثال کے طور پر۔

1۔ میں ملازمت حاصل نہیں کر سکتا۔

میں ملازمت حاصل کروں گا۔

2۔ میں دیانتداری کے راستے پر نہیں چل سکتا۔

میں دیانتداری کے راستے پر چلوں گا۔

3۔ میں عظیم انسان نہیں بن سکتا۔

میں عظیم انسان بنوں گا۔

اس تبدیلی سے آپ اپنی صلاحیتوں کا صحیح استعمال کر سکیں گے، آپ چیلنج قبول کریں گے اور بحران کے وقت آپ کی توانائیاں بڑی مستعدی سے کام کریں گی۔ آپ کا دماغ مسائل کا حل تلاش کرنے کی طرف لپکے گا اور آپ کی سوئی ہوئی قوتیں آتش فشاں کی طرح ابل پڑیں گی ہمارے ایک دوست پر اس تبدیلی کا حیرت انگیز اثر ہوا۔ وہ اکثر کہا کرتے تھے۔

”میں امتحان پاس نہیں کر سکتا، کیونکہ مطالعے کے لئے ہر روز دو گھنٹے نہیں نکال سکتا۔“

یہ بات وہ مدتوں کہتے رہے اور واقعی دس برس تک امتحان پاس نہ کر سکے، مگر جب ان کے ذہن میں تبدیلی آ گئی، تو انہوں نے ایک روز اعلان کیا۔

میں امتحان پاس کروں گا اور اس مقصد کے لئے دن میں دو گھنٹے ضرور نکالوں گا۔“

اس اعلان کے ساتھ ہی انہوں نے باقاعدگی سے مطالعہ کرنا شروع کیا۔ بے پناہ

مصروفیات کے باوجود وہ دن میں دو گھنٹے مطالعے کے لئے نکالنے میں کامیاب ہو گئے اور بالآخر انہوں نے امتحان پاس کر لیا۔

ہم آخر میں ایک اور اہم نکتہ بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں، وہ یہ کہ زندگی میں مسائل کی کمی نہیں اور نا ہی بار بار دہرانے سے ان میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ہمیں اپنے ایک دوست کا حادثہ اچھی طرح یاد آ رہا ہے ہمارے دوست اپنے پیرافیشن میں بے پناہ مہارت رکھتے تھے اور ان کی مہارت کے کبھی قائل تھے۔ انہیں ایک فرم نے آٹھ ہزار روپے ماہوار پر ملازم رکھ لیا، لیکن دوسرے ہی مہینے انہیں نوکری سے جواب مل گیا۔ ہماری اس فرم کے مالک سے شناسائی تھی پوچھا آپ نے ہمارے دوست کو جواب کیوں دے دیا؟ انہوں نے بڑے دکھ کے ساتھ ایک ایسی وجہ بتائی جس کا ذکر بے شمار لوگوں کے لئے مفید ہوگا کہنے لگے۔ آپ کے دوست تیس دن میں چالیس مرتبہ میرے پاس آئے اور جب بھی آئے ایک نیا مسئلہ لے کر آئے۔ انہوں نے ایک بھی مسئلہ کا حل تلاش نہ کیا اور میرے اعصاب پر مسائل کا بوجھ لا دیا۔ ہر ملاقات میں وہ یہی کہتے رہے۔

”میاں صاحب، میں آج ایک نیا مسئلہ لے کر آیا ہوں۔“

مجھے اس کا انتظار ہی رہا کہ وہ کبھی یہ کہیں۔

میں نے حل تلاش کر لیا ہے۔

اس واقعے سے آپ اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ مسئلے کا لفظ حل کے ساتھ

تبدیل کر دیا جائے تو نتیجہ یوں ہوگا۔

میں حل تلاش کرنا چاہتا ہوں کل کے مسئلے کا۔

آپ عام طور پر یہ کہتے ہیں۔

مجھے آج بہت سنگین مسئلہ درپیش ہے۔

اس فقرے کے بجائے آپ یوں کہا کیجئے؟

آج میں حل تلاش کر رہا ہوں ایک سنگین مسئلے کا۔

ہماری یہ چند تجاویز بظاہر معمولی سی ہیں، مگر آپ ان پر عمل کر کے تو دیکھئے۔

سات روز تک الفاظ تبدیل کر دینے کی شعوری کوشش کیجئے۔ اس کے بعد اشعار مثبت

الفاظ قبول کر لے گا اور آپ کی زندگی میں محرومیوں کی پرچھائیوں — بجائے

امیدوں کی کرنیں نمودار ہو جائیں گی۔

ذہنی رویے مثبت بھی ہو سکتے ہیں اور منفی بھی

یہ بات تو اب تقریباً طے ہو گئی ہے کہ مثبت ذہنی رویے ہماری روزمرہ کی زندگی

میں کام آتے ہیں۔ مثبت ذہنی رویہ کی بہت سی شکلیں ہو سکتی ہیں اور وہ مختلف جہتیں

رکھ سکتا ہے۔

سب سے پہلے زندگی کے بارے میں مثبت ذہنی رویہ ہمیں مختلف تجربات سے

سیکھنے کی راہ دکھاتا ہے۔ خواہ یہ تجربات خوشگوار ہوں یا ناخوشگوار، ہم ان سے کوئی نہ کوئی

فائدہ ضرور حاصل کرتے ہیں۔ اس طرح ہمارا ذہن متوازن رہتا ہے اور انتشار کا شکار

ہونے سے بچ جاتا ہے۔

مثبت رویہ ہمیں ناکامی سے مایوس ہونے کی بجائے اس سے سبق سیکھنے اور

غلطیوں کو دوبارہ نہ کرنے کی تربیت دیتا ہے ہر شکست اور مایوسی کے اسباب تلاش کرنا

اس وقت تک ممکن نہیں جب تک ہم زندگی کے بارے میں مثبت رویہ نہ رکھتے ہوں۔

مثبت ذہنی رویہ دراصل ایک عادت کا نام ہے ایک ایسی عادت کا نام جو ہمیں ہمہ وقت اس جدوجہد میں مصروف رکھتی ہے جو ہم اپنے مقاصد کے حصول کی خاطر کرتے ہیں۔ وہ لوگ جو منفی رویوں کا شکار ہوتے ہیں۔ ہر وقت خوف یا دودلی کا شکار رہتے ہیں وہ چھوٹی سی کامیابی بھی حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوتے۔ ایسے لوگ اپنی ناکامی کا ذمہ دار خود کو قرار نہیں دیتے بلکہ دوسروں کو اس کا ذمہ دار گردانتے ہیں اور اگر فوری طور پر کسی فرد یا افراد کو ذمہ دار بنانا ممکن نہ ہو تو وہ قسمت کو اپنی ناکامی کا سبب سمجھنے لگتے ہیں۔

مثبت ذہنی رویہ ایک ایسی عادت کا نام ہے جو ہمیں ہر وقت مسائل کا تجزیہ کرنے پر مجبور کرتی ہے اور اس تجزیے کے ذریعے ہماری رہنمائی کرتی ہے کہ وہ کون سے کام ہیں جنہیں کرنے کی استعداد ہم رکھتے ہیں اور ایسے کون سے کام ہیں جو فی الوقت ہماری استعداد کے دائرے میں نہیں آتے۔

مثبت ذہنی رویہ ہمارا بڑا مددگار ہوتا ہے۔ مددگار اس اعتبار سے کہ وہ ہمیں دوسروں کی غلطیوں اور کمزوریوں کو درگزر اور نظر انداز کی قوت عطا کرتا ہے۔ اس طرح ہم غیر ضروری دکھ اور صدمات سے بچ جاتے ہیں اور دوسروں کے منفی تجربات کا اثر ہماری اپنی زندگی پر نہیں پڑتا۔

مثبت ذہنی رویہ پورے یقین کے ساتھ اپنے مقصد کو حاصل کرنے کی عادت کا نام ہے۔

تمام عادتیں خواہ وہ اچھی ہوں یا بری رضا کارانہ ہوں یا غیر رضا کارانہ، شعوری ہوں یا غیر شعوری سب کے پس پشت انسان کا ذہنی رویہ ہی کارفرما ہوتا ہے۔ ہم چاہے کسی سے ملیں یا نہ ملیں ہمارے رویے یہ ظاہر کرنے کے لئے کافی ہیں کہ ہماری نفسیاتی شخصیت کے خدو خال کیا ہو سکتے ہیں۔ ذہنی رویوں کا اثر انسان کی صحت پر بھی پڑتا

ہے۔ متنی رویے رکھنے والے ذہنی دباؤ اور پریشانیوں کا شکار ہو جاتے ہیں جس سے ان کا نظام ہضم خراب ہو جاتا ہے اور وہ السر جیسے تکلیف دہ مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ایک سیاسی یا سماجی رہنما کی مقبولیت کا راز اس کے ذہنی رویے میں مضمر ہے۔ مقبول رہنما اپنے اسی رویے کی وجہ سے بڑی پر جوش تقریریں کرتے ہیں اور ایسے الفاظ کا انتخاب کرتے ہیں جو لوگوں کا دل جیت لیتے ہیں۔ مصنف اور ادیب کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوتا ہے۔ بہتر کہانیاں اور اشعار اسی وقت عالم وجود میں آتے ہیں جب تخلیق کار کا ذہنی رویہ مثبت ہوتا ہے۔

ذہنی رویے انسان کی زندگی میں فیصلہ کن کردار ادا کرتے ہیں۔ ایک رویہ ناکامیوں کی طرف دھکیلتا ہے تو دوسرا انسان کو کامیابیوں کی شرہ راہ پر گامزن کر دیتا ہے۔ اس مختصر سے مطالعے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ انسان کی زندگی میں اس کی ذہنی رویوں کا بہت اہم کردار ہوتا ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ ذہنی رویہ ہی سب کچھ ہوتا ہے تو غلط نہیں ہوگا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسان اپنے ذہنی رویے پر اختیار اور قابو کیسے حاصل کر سکتے ہیں؟

پر جوش خواہش

کسی بھی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اپنے اندر ایک پر جوش خواہش کو پیدا کرنا چاہیئے۔

مقاصد کا تعین

ذہن کی اس طور تربیت کرنی چاہیئے کہ وہ از خود مثبت اور حقیقت پسندانہ معروضی

مقاصد کے حصول کے لئے سرگرم ہو جائے۔

بہترین رفاقت

ایسے لوگوں سے وابستگی پیدا کرنی چاہیے جو بیمار یا مثنیٰ رویوں کے مالک نہ ہوں بلکہ زندگی کے بارے میں عملی اور صلاحیت آمیز نقطہ نظر رکھتے ہوں۔

خود انحصاری

اپنے آپ کو قائل کرنا چاہیے کہ میں ایسی صلاحیت اور ہمت کا مالک ہوں جس کے ذریعے بڑی کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے۔

مذکورہ بالا گفتگو سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ خود اعتمادی اور مثبت ذہنی رویے کے حصول سے انسان کے اندر کی نفسیاتی گریزیں کھل جاتی ہیں، اس کے دل و دماغ میں کشادگی پیدا ہو جاتی ہے اور وہ اس نفسیاتی، ذہنی اور جذباتی حالت میں آ جاتا ہے کہ جس کے بعد اسے ماہرین نفسیات کے بتائے ہوئے اصولوں پر عملدرآمد کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی جو اس کی زندگی کی کامیابیوں کے لئے اسے وہ قوت کار اور تخلیقی توانائی عطا کرتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں کامیابیوں اور کامرانیوں کے معجزے از خود رونما ہونے لگتے ہیں۔ اب آئیے ہم مرحلہ داران اصولوں کا ذکر کرتے ہیں۔

یہاں یہ بات سمجھنی ضروری ہے کہ یہ اصول لگے بندھے اور سکہ بند اصول نہیں ہیں انہیں محض یاد کر لینے سے کام نہیں چلے گا۔ ان اصولوں کا تعلق انسان کی نفسیاتی

قوت سے ہے۔ اب جو اصول ہم بتائیں گے اس کے مطابق زندگی کے شب و روز کو مرتب کرنے اور انہیں اپنے نفسیاتی مزاج کا حصہ بنانا بہت لازمی ہے۔

تبدیلی کے عمل کے بغیر ترقی ممکن نہیں ہے

جب ماہرین نفسیات یہ کہتے ہیں کہ تبدیلی کے عمل کے بغیر ترقی ممکن نہیں ہوتی تو بظاہر اس سادہ سے اصول کے پیچھے دراصل قانون قدرت کا گہرا مشاہدہ اور انسان و سماج کے ارتقاء کا تجرباتی مطالعہ کا رفرما ہوتا ہے۔ یہی وجہ سے کہ نفسیات داں اس اصول کو ترجیحی اعتبار سے سب سے پہلا اصول قرار دیتے ہیں اپنے ارد گرد نظر ڈالیں اور دور کیوں جائے خود اپنا مشاہدہ کیجئے۔ آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ فرد اور گروہ تبدیلی کے عمل سے بہت ڈرتے ہیں۔ ہر چند کہ وہ شعوری طور پر تسلیم کرتے ہیں کہ بیسویں صدی تک انسان نے جو غیر معمولی ترقی کی ہے وہ صرف تبدیلیوں کے مسلسل عمل ہی کا منطقی نتیجہ ہے۔ آج انسان وسیع و بسیط کائنات کے راز معلوم کرنے کی غرض سے خلائی سیارچے روانہ کر رہا ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی نے حیرت انگیز ایجادات کے ذریعے انسان کی زندگی میں انقلابی تبدیلیاں برپا کر دی ہیں۔ ٹی وی، ریڈیو، یہ اور ہوائی جہاز، ٹیلی فون، ٹیکس، ٹیلی فیکس اور ایسی ہی ان گنت ایجادات اسسانی ذہن کا نتیجہ ہیں جو ہر وقت خوب سے خوب تر کی خواہش میں ہر شے کو تبدیل کرنے کے عمل میں مصروف رہتا ہے۔

انسان خود ارتقاء اور تبدیلیوں کے خویل دور سے گزرا ہے اور مسلسل گزر رہا ہے۔

جانوروں کی طرح انسان بھی کبھی جنگلوں اور غاروں میں تنگ دھڑنگ رہتا تھا۔ حلق سے عجیب عجیب آوازیں نکالتا تھا اور گرے ہوئے پھل اور جنگلی جڑی بوٹیاں کھا کر زندہ رہتا تھا۔ آج وہی انسان اس دور کے انسان سے کتنا مختلف ہے۔ اس کی زندگی اور ذہن میں اتنی تبدیلی آچکی ہے کہ وہ اولین عہد کے انسان کو وحشی اور درندہ تک کے القاب دینے سے گریز نہیں کرتا۔ غرضیکہ انسان کی پوری تاریخ تبدیلیوں سے عبارت ہے۔

ثبات بس اک تغیر کو ہے زمانے میں

سکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں

تبدیلی قدرت کا ایک اہل اصول ہے۔ انسان جب اپنی عادتوں سے مجبور ہو کر اس اہل قانون کی مزاحمت کرتا ہے تو اس کے بڑے ہولناک نتائج نکلتے ہیں۔ جنگیں، وبائی بیماریاں، قحط، غربت اور خانہ جنگیاں دراصل یہ ایک قسم کا انتباہ ہوتا ہے کہ اگر ترقی چاہتے ہو تو تبدیلی کے عمل کو مت روکو بلکہ اس کی رفتار کو تیز کرو۔ تاریخ ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے جن قوموں نے تبدیلی پر جنگ و جدل کو فوقیت دی وہ برباد ہو گئیں اور جن قوموں نے بربادی کے بعد قدرت کے اس اہل اصول کی افادیت کو بھاری قیمت ادا کرنے کے بعد سمجھ لیا انہوں نے مختصر سے عرصے میں ہی بے مثال ترقی کی منازل طے کر لیں۔ جرمنی اور جاپان اس حقیقت کی تازہ ترین مثالیں ہیں۔ تاریخ میں ایسی جی تو قوموں اور سلطنتوں کی مثالیں ملتی ہیں جن کی عظمتیں اب قصہ پارینہ ہوئیں اور تاریخ کے طالب علم کے سوال اب کوئی اور ان کے نام سے واقف نہیں۔

کہیں نہ پاؤ گے ڈھونڈے سے کل نشان میرا

قدرت نے انتہائی طاقتور اور عظیم الشان قوموں کے نام، نشان بھی مٹا دیے جنہوں نے تبدیلی کے اصول کو ماننے سے انکار کر دیا اور اس کی مزاحمت کی۔

فرد ہو یا گروہ، قومیں ہوں یا ملکیتیں جس نے بھی تبدیلی کے فطری عمل سے گریز کیا، ترقی کے عمل میں دوسروں سے پیچھے رہ گیا۔ اس اصول اور کلیے کا اطلاق ماہرین نفسیات کسی ایک فرد پر بھی کرتے ہیں۔ ان کی نظر میں اگر کوئی انسان زندگی میں کامیابیاں حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ وہ ذہنی اور نفسیاتی طور پر تبدیلی کے قانون کو تسلیم کرے اور اس کی مزاحمت نہ کرے۔ اسے چاہیے کہ وہ قدرت کی وارننگ کو سنجیدگی سے سنے جو ہر لمحہ پکار پکار کر کہتی ہے کہ اگر تم نے میرے قانون ارتقا سے ٹکرانے کی کوشش کی تو میں تمہیں فنا کر دوں گی۔ اجتماعی حوالے سے تاریخ اس صداقت کی گواہی دیتی ہے اور انفرادی سطح پر ہمیں اس کے مظاہر روزمرہ کی زندگی میں نظر آتے ہیں۔ ہم یہ چیز کاروبار میں بھی دیکھ سکتے ہیں۔ کوئی فرد یا کاروبار ہی اگر وقت اور حالت کے حوالے سے خود کو تبدیل نہیں کرتا اور چند سکے بند اصولوں پر سختی سے کاربند رہتا ہے تو ایک وقت ایسا آتا ہے کہ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کسی غیبی اور پراسرار قوت نے اچانک مداخلت کر کے جسے ہوئے کاروبار کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ آپ میں اکثر لوگوں کو خود اس بات کا تجربہ ہوگا، جنہیں اس کا براہ راست تجربہ نہیں انہوں نے یہ زبان زد عام جملہ کبھی نہ کبھی ضرور سنا ہوگا کہ خدا جانے کیا ہوا، اچھا خاصا کاروبار چل رہا تھا لیکن اب تو وہ بالکل دیوالیہ ہو گیا ہے۔ اگر کاروبار کرنے والے لوگ یہ سمجھ لیں کہ ان کے کاروبار کے تباہ ہونے کی ذمہ داری خود ان پر اس طرح عائد ہوتی ہے کہ انہوں نے بدلتے ہوئے حالات کے تناظر میں اپنے کاروباری معاملات اور اصولوں میں بروقت ضروری تبدیلی نہیں کی تو نہ جانے کتنے لوگ دیوالیہ ہونے سے بچ جائیں۔

انفرادی سطح پر آپ نے یہ بات بہت سنی ہوگی کہ میں نے برے وقت میں اپنے

مالک کا ساتھ دیا، اس کا کاروبار جمایا اور جب ہر چیز ٹھیک ہو گئی ہے تو انہوں نے مجھے نکال باہر کیا۔ اکثر ادارے ایسے ہوتے ہیں جہاں بیس یا تیس سال پرانے ایسے ملازموں کو نکال دیا جاتا ہے جو ہر اعتبار سے ایماندار اور محنتی ہوتے ہیں اور ان کی جگہ نسبتاً کم تجربہ کار لوگوں کو زیادہ تنخواہ دے کر رکھ لیا جاتا ہے۔ اخلاقی نقطہ نظر سے مالک پر تنقید ٹھیک نظر آتی ہے اور بیشتر لوگ مالکان کے اس رویے کو ہدف تنقید بھی بناتے ہیں لیکن اگر غیر جانبدارانہ تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس قسم کے معاملات میں مالکان یا اداروں کا قصور کم ہوتا ہے۔ کامیاب کاروباری کبھی کسی پرانے اور وفادار ملازم کو نکالنا پسند نہیں کرتا۔ وہ جب کوئی ایسا قدم اٹھا ہے تو یقیناً یہ اس کی مجبوری ہوتی ہوگی۔ نفسیات دانوں کے نزدیک ایسی صورتحال کی بنیادی ذمہ داری نکالے جانے والے فرد پر عائد ہوتی ہے اگر کوئی پرانا کارکن یا ملازم اپنے رویوں اور عادتوں میں تبدیلی لانے سے قاصر رہتا ہے تو وہ کاروبار کو نقصان پہنچانے کا باعث بنتا ہے اور اسی وجہ سے ادارہ یا مالک اسے نہ چاہتے ہوئے بھی ذمہ داریوں سے فارغ کر دینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ جو لوگ یہ بات نہیں جانتے وہ اپنی خامی کو ٹھیک کرنے کی بجائے مالکان کو بے حس گردانتے یا اپنے نکالے جانے کو دفتری سازشوں کا شاخسانہ قرار دیتے ہیں۔

کوئی بھی شخص خواہ وہ ملازم ہو یا کاروبار کر رہا ہو اگر غیر لچکدار رویہ رکھتا ہے اور تبدیلی کے عمل کی مزاحمت کرتا ہے تو تباہی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ جو ایسا نہیں کرتے وہ بڑے نتائج حاصل کرتے ہیں فورڈ موٹر کمپنی کا نام آج کون نہیں جانتا یہ کمپنی آج دنیا کی چند عظیم ترین صنعتی بادشاہتوں میں سے ایک ہے۔ لاکھوں افراد اس سے بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر منسلک ہیں لیکن یہ حقیقت بہت کم لوگوں کے علم میں ہوگی کہ اس کمپنی کے بانی ہنری فورڈ نے اپنا کاروبار صرف ایک کمرے پر مشتمل فیکٹری سے

شروع کیا تھا۔ وہ اپنے کاروبار کو بڑھاتا چلا گیا۔ پھر ایک مرحلہ ایسا آیا کہ ہنری فورڈ کے رویوں میں چمک کم ہونے لگی اور وہ تبدیلی سے مزاحمت کرنے لگا۔ اس عظیم صنعتی ادارے کی زندگی میں کم از کم دو مواقع ایسے آئے جب اس کے دیوالیہ ہونے کی نوبت آگئی۔ ہنری فورڈ کے انتقال کے بعد اس کے پوتے نے کاروبار کی ذمہ داریاں سنبھالیں۔ نوجوان پوتا لچکدار رویوں کا مالک تھا اور یہ جانتا تھا کہ ترقی کا عمل تبدیلیاں لائے بغیر ممکن نہیں ہو سکتا۔ اپنے اسی رویے اور نقطہ نظر کے باعث صرف چند برسوں کے اندر اس نے فورڈ موٹر کمپنی کو دنیا کا ایک جدید اور مضبوط ترین صنعتی ادارہ بنادیا اور اسے اتنی وسعت دے دی جتنی اس کا دادا اپنی تمام زندگی میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ مزدوروں کے مسائل، صنعت اور سرمایہ کاری کے اہم فیصلے گاڑیوں کی بہترین ڈیزائننگ اور بین الاقوامی منڈی میں خریداروں کے ذوق میں تبدیلی کے درست اندازے، غرض یہ کہ کاروبار کے ہر شعبے میں اس نوجوان نے خوب سے خوب تر کی تلاش جاری رکھی اور نئے رجحانات کو سمجھنے اور انہیں متعارف کرانے کے تجربے سے کبھی خوف زدہ نہیں ہوا۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں

اب دیکھتے ٹھہرتی ہے جا کر نظر کہاں

خوب سے خوب تر کی تلاش میں جن لوگوں کی نظریں کسی ایک مرکز پر ہمیشہ کے لئے نہیں ٹھہر جاتیں ان کو آگے بڑھنے اور ترقی کرنے سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ انسان کی مضطرب روح ہر لمحہ، ہر آن پکار پکار کر کہتی ہے۔ اٹھو جاگو، خود کو پہچانو، خود کو نئے تقاضوں سے ہم آہنگ کرو اور ایسی پرانی عادتوں کو ترک کر دو، جنہوں نے تمہارے پیروں میں زنجیریں ڈال رکھی ہیں تاکہ تم آگے نہ بڑھ سکو اور ترقی نہ کر سکو۔

ترقی تبدیلی کے بغیر ممکن نہیں، دوسرے لفظوں میں کہہ لیں کہ ترقی ارتقاء کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ ارتقاء قدرت کا ایسا قانون ہے جس سے کسی کو انکار نہیں۔ دنیا پر انسانوں کو حکمرانی کرنی ہے لہذا اس کرۂ ارض کو ترقی دینا بھی انسان کی بنیادی ذمہ داری ٹھہرتی ہے۔ قدرت نے اسی لئے انسان اور جانور میں اس اعتبار سے ایک فرق رکھا ہے جانوروں کی عادتیں کبھی تبدیل نہیں ہوتیں جب کہ قدرت نے انسان کو اس کی صلاحیت عطا کی ہے کہ وہ وقت اور حالات کے حساب سے اپنی عادتوں، رہن سہن اور نفسیات کو بدل سکے۔ قدرت کا قیمتی عطیہ اگر کوئی انسان استعمال نہیں کرتا تو وہ اس کی سزا پاتا ہے۔ قدرت یہ سزا مختلف طریقوں سے دیتی ہے۔ انسان تبدیلیوں سے گریز کرنے کے باعث پریشانیوں میں مبتلا ہو کر بیمار ہو سکتا ہے۔ دارفانی سے کوچ کر سکتا ہے۔ اس کا کاروبار تباہ ہو سکتا ہے۔ اسے نوکری سے ہاتھ بھی دھونا پڑتا ہے۔ وہ گھریلو تنازعات میں الجھ سکتا ہے۔ ان تمام مصائب جس کی وجہ سے وہ نشہ آور چیزیں استعمال کر سکتا ہے اور یوں اس کی شخصیت اور کردار دونوں ٹوٹ پھوٹ کر ریزہ ریزہ ہو سکتے ہیں۔ اگر کسی کے ساتھ یہ ہوتا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ اطراف میں مذکورہ بالا صورتحال کے شکار لوگوں کی کمی نہیں ہے تو ہم اسے کیا کہیں گے؟ آپ خود انصاف کریں کہ اسے قدرت کی سزا کے علاوہ دوسرا کیا نام دیا جاسکتا ہے۔

قدرت اگر تبدیلی کی مزاحمت کرنے والوں کو سزا دیتی ہے تو وہ ایسے لوگوں کی مدد بھی کرتی ہے جو تبدیلی کے عمل کو خوش آئند سمجھتے ہیں۔ تبدیلی کے نتائج کا تعلق یہ نیکہ مستقبل سے ہوتا ہے اس لئے ضروری نہیں ہے کہ بہت مختصر عرصے کے دوران ہی بڑے شاندار نتائج سامنے آجائیں وقتی ناکامی سے ڈر کر جو لوگ میدان سے نہیں بھاگتے، قدرت ان کی بھرپور مدد کرتی ہے۔

تھامس اے۔ ایڈیسن کو ابتدائی زندگی سے ہی مشکلات سے دوچار ہونا پڑا تھا لیکن وہ مایوس نہیں ہوا اور اپنی جدوجہد جاری رکھی اور بالآخر قدرت نے اس کے نام کو ہمیشہ کے لئے لافانی بنادیا۔

ایڈیسن ابھی اسکول میں پڑھ رہا تھا کہ اسے اسکول سے نکال باہر کیا گیا۔ ایڈیسن کے استاد نے اس کے والد کو لکھا کہ تمہارا بیٹا تعلیم حاصل کرنے کی استعداد نہیں رکھتا۔ ایڈیسن نے پھر کبھی روایتی اسکولوں میں تعلیم حاصل نہیں کی۔ ایک مرحلے پر اس نے نوکری کرنی شروع کی تو کچھ ہی عرصے بعد اسے یہ کہہ کر فارغ کر دیا گیا کہ تم ملازمت کے اہل نہیں ہو۔ ایڈیسن نے ہمت نہیں ہاری۔ اس نے خود کو تہذیبی کیا اور وہ وقت آیا جب قدرت نے درست سمت دکھائی اور وہ دنیا کا ایک عظیم موجد بن گیا۔ مشہور زمانہ موجد ایڈیسن کی زندگی کی اس مختصر ترین جھلک میں بڑے کمال رمزا اور اشارے پنہاں ہیں۔ جن کا ماحصل یہ ہے کہ انسان کو وقتی ناکامیابیوں، محرومیوں سے دل برداشتہ ہونے کی بجائے ان سے سبق حاصل کرنا چاہیے اور ذہنی انتشار میں مبتلا ہو کر اپنی توانائیوں کو ضائع نہیں کرنی چاہیے، خواہ یہ تبدیلیاں خود پیدا کردہ ہوں یا حالات کے جبر کا نتیجہ ہوں۔ قسمت کو دوش دینے، حالات کا رونا رونے سے حالات کو بدل نہیں جاسکتا، بہتر رویہ یہی ہوتا ہے کہ ناکامی سے سبق حاصل کیا جائے۔

ماہرین نفسیات نے طویل تجربوں سے یہ نتیجہ نکالا کہ اگر ان کے بتائے ہوئے چند مشوروں پر عملدرآمد کر لیا جائے تو انسان خود کو نفسیاتی لحاظ سے اس بات کا اہل بنا سکتا ہے کہ وہ مثبت تبدیلیوں کی مزاحمت کرنے کی بجائے انہیں قبول کرنے لگے۔ ذیل میں ایسے مشورے درج کیے جا رہے ہیں جن پر عمل کرنے کی حتی المقدور کوشش کی جانی چاہیے۔

1۔ خود اعتمادی میں کمی کی وجہ سے پیدا ہونے والی اس عادت کو ترک کر دینا

چاہیے جس کی وجہ سے انسان خود کو اپنی اصل قدر و قیمت سے کمتر سمجھنے لگتا ہے۔

2۔ اپنے اندر سے درج ذیل سات بنیادی خوف، ختم کر دینے چاہئیں اور ان کے سامنے کبھی ہتھیار نہیں ڈالنا چاہئیں۔

1۔ غربت کا خوف۔

2۔ ہدف تنقید بننے کا خوف۔

3۔ صحت اور جسمانی تکلیف کا خوف۔

4۔ رشتوں اور محبتوں کے ختم ہو جانے کا خوف۔

5۔ آزادی کے ختم ہو جانے کا خوف۔

6۔ بڑھاپے کا خوف۔

7۔ موت کا خوف۔

اس احساس کو ختم کر دینا چاہیے کہ میں دیوالیہ یا کنگال ہو چکا ہوں اور زندگی میں کچھ کر نہیں سکتا۔ یہ احساس ذہن میں جو محدودات پیدا کر دیتا ہے انہیں توڑ دینا چاہیے۔ اپنے مقاصد اور خواہشوں کے حصول کے لئے ذہن کو فعال کرنا چاہیے اور اس سے رہنمائی حاصل کرنے میں جھجک کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔

خود کو مستحکم نہ کرنے اور اپنی شخصیت کو تسلیم نہ کروا سکنے کی عادت کو ختم کرنا چاہیے اور خود قریبی کا شکار ہو کر اسے اپنے عجز اور انکسار پر محمول نہیں کرنا چاہیے۔

کسی کام کی ابتداء سے پہلے ہی بہتر نتائج کی توقعات وابستہ نہیں کرنی چاہیے۔

خود کو اس مقولے کے فریب میں مبتلا نہیں کر لینا چاہیے کہ صرف ایمانداری اور

مقصد کی سچائی کامیابی کے لئے کافی ہے۔

10۔ اس غلط مفروضے پر یقین نہیں کرنا چاہیے کہ اعلیٰ تعلیم اور ہنر کے بغیر زندگی میں

کامیاب ہونا ممکن نہیں۔

اپنے وسائل، ذرائع اور وقت کو ضائع نہیں کرنا چاہیے بلکہ انہیں مکمل منصوبہ بندی کے تحت کام میں لانا چاہیے۔

اپنے وقت کے زیادہ حصے کو اپنی زندگی کے واضح اور متعین مقاصد کے لئے وقف کر دینا چاہیے۔

مادی فوائد کے پس پشت محض حصول زر کی ہوس نہیں ہونی چاہیے بلکہ مادی جدوجہد کے لئے اخلاقی جواز ہونے چاہئیں۔

ابتدائی کامیابیوں کو حاصل کرنے کے بعد اپنے آپ کو عقل کل نہیں سمجھ لینا چاہیے۔ کامیابیوں کے تجربے سے سبق سیکھنے کا رویہ اپنانا چاہیے۔

زیادہ لینے اور کم دینے کی نفسیاتی عادت کو شعوری طور پر ختم کرنا چاہیے۔ دوسروں کی ناکامیوں پر خوش اور کامیابیوں پر حسد کرنے کی بجائے ان کے تجربوں سے استفادہ کرنا چاہیے۔

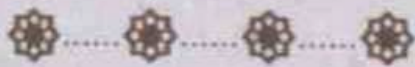
ماہرین نفسیات مذکورہ بالا مشوروں اور اصولوں کو بنیادی اہمیت کا حامل قرار دیتے ہیں اگر اپنی شخصیت کے اندر مذکورہ تبدیلیاں پیدا کر لی جائیں تو انسان کے اندر ایک انقلاب برپا ہو سکتا ہے۔ اس کے رویوں اور عادتوں میں وہ چلک پیدا ہو سکتی ہے جو ترقی اور کامیابی کے لئے اولین اہمیت رکھتی ہے۔

ماہرین اپنے تجربوں، مطالعوں، مشاہدوں کے ذریعے صرف مشورے دے سکتے ہیں۔ اب آپ ان کے بتلائے ہوئے مشوروں اور اصولوں پر کتنا عمل کرتے ہیں اس کا انحصار خود آپ کے اپنے اوپر ہے۔ نفسیات دان ذہن کی گرہوں کی نشاندہی کر کے انہیں کھولنے کا طریقہ بتا سکتے ہیں بقیہ کام خود آپ کو کرنا ہوگا۔ یہاں یہ جان

لینا ضروری ہے کہ ترقی تبدیلی کے عمل کے بغیر ممکن نہیں۔ تبدیلی کے عمل کی مزاحمت کرنے کے نفسیاتی رویوں کا تجزیہ آپ کے سامنے پیش کر دیا گیا ہے اور وہ اصول بھی بتا دیئے گئے ہیں جن پر عمل کر کے آپ اپنی نفسیات میں انقلاب پیدا کر سکتے ہیں اور اس ”مزاحمت“ کی دیوار کو توڑ سکتے ہیں جو آپ کے اور شاندار مستقبل کے درمیان حائل ہے۔

اس مضمون میں ہم نے ایک مربوط اور مبسوط نفسیاتی تجزیے کے پس منظر میں اس پہلے اصول کی صراحت کر دی ہے جس کے مطابق آپ کو بلا تاخیر اپنی نفسیاتی شخصیت کی تعمیر اور تربیت شروع کرنی ہے۔ آئندہ صفحات میں ہم دیگر زریں اصولوں کا ذکر کریں گے جو صدیوں پرانے علم النفسیات کا عطیہ ہیں اور جنہیں تجربے نے درست ثابت کر دکھایا ہے۔

اگر آپ نے ان زریں اصولوں کو اپنی شخصیت کے اندر جذب کر لیا اور خیال و عمل کو ان سے ہم آہنگ کرنے میں کامیابی حاصل کر لی تو آپ کا شمار ان لوگوں میں ہونے لگے گا جو اپنی روزمرہ کی زندگی میں کامیابیوں کے معجزے رونما کرنے پر قادر ہوتے ہیں۔



آج آپ کیا کریں گے

لو، خود دیکھ لو، ماجد نے جیب سے ایک مڑا ہوا کاغذ نکال کر میرے سامنے میز پر پھیلا دیا۔ یہ سارے گاؤں کی بے دخلی کا سرکاری حکم نامہ تھا۔ افواہ تھی کہ حکومت اس علاقے میں کوئی بہت بڑا ڈیری فارم کھولنا چاہتی ہے۔ گاؤں چھوڑنے کے خیال سے

ماجد پریشان تھا۔ بار بار سوچتا نئی جگہ نہ جانے کس علاقے میں ملے، کیسے لوگوں سے واسطہ پڑے اور کیا حالات ہوں؟ مزید ستم یہ تھا کہ بے پناہ گرمی پڑ رہی تھی اور سارے کنوئیں خشک ہو گئے تھے۔ پانی کی سخت قلت تھی۔ ماجد کا ارادہ تھا۔ صحن میں نیا کنواں کھدوا لے، لیکن پھر یہ سوچ کر رہ جاتا، اگر کل ہی گاؤں خالی کرنا پڑا، تو کنواں کس کام کا۔ کئی ہزار روپے کی رقم ضائع ہو جائے گی۔ میرے ہاں وہ سات دن تک مقیم رہا۔ جس موضوع پر بھی گفتگو ہوتی وہ ہمیشہ اپنی تان اپنے مصائب کے تذکرے پر توڑتا، ہم اسے ٹوکنے اور کسی دوسری جانب متوجہ کرنے کی کوشش کرتے تو الجھ پڑتا۔ رات بھر جاگتا اور بستر پر پڑا کروٹیں بدلتا رہتا۔ چند ہی روز میں وہ برسوں کا مریض نظر آنے لگا تھا۔

چھ ماہ بعد اچانک اس کا خط آیا۔ وہ ابھی تک گاؤں میں مقیم تھا اس علاقے میں کئی مقامات پر تیل نکل آیا تھا، چنانچہ حکومت کو مجبوراً ڈیری فارم کی اسکیم ختم کرنا پڑی اور وہ لوگ بیدخل ہونے سے بچ گئے۔ اس نے لکھا تھا۔ پانی کی پریشانی بھی آخر کار بے بنیاد ثابت ہوئی جو نہی پتہ چلا کہ اب ہمیں گاؤں سے بیدخل نہیں کیا جائے گا۔ میں نے فوراً گہرا کنواں کھدوا لیا۔ سارے گاؤں والے آج کل اسی کنوئیں سے پانی بھرتے ہیں۔ ماجد نے پچھلے واقعات کو یاد کر کے خود اپنا مضحکہ اڑایا تھا مستقبل کے متعلق اس کے سارے اندیشے بے بنیاد ثابت ہوئے تھے۔

نامس کارلائل نے ایک بار کہا تھا۔ دھند لکوں میں گم مستقبل کے بارے میں پریشان اور مضطرب ہونا سراسر حماقت ہے۔ زندگی کا صحیح لطف وہی لوگ اٹھا سکتے ہیں جو یہ جانتے ہیں کہ کسی کام کو سرانجام دینے کا بہترین طریقہ کیا ہے۔ کامیابی اکثر انہی لوگوں کے قدم چومتی ہے، اپنی روزمرہ زندگی کا جائزہ لیں، تو معلوم ہوگا کہ ہم جن باتوں کے بارے میں اکثر پریشان اور متفکر رہتے ہیں ان میں ننانوے فیصد کبھی وقوع

پذیر نہیں ہوتیں اور جن کا حقیقت میں کوئی وجود نہیں ہوتا۔

جے گولڈ کا شمار ٹینس کے بہترین کھلاڑیوں میں ہوتا ہے اس نے کئی بار یورپی چیمپئن شپ جیتی۔ ایک بار کسی نے اس سے کامیابی کا راز دریافت کیا، تو کہنے لگا۔ ”کھیلنے وقت میری ساری توجہ ریکٹ پر مرکوز ہوتی ہے اس وقت میرے ذہن سے کھیلنے والے ہاتھ اور گیند کے سوا اور گرد کی ہر شے اوجھل ہو جاتی ہے۔ دل میں ہارنے کا اندیشہ تک نہیں گزرتا! چنانچہ خوب ڈٹ کر کھیلتا ہوں۔ یہ ایک بہت بڑا راز ہے۔ کامل توجہ کامیابی کا دوسرا نام ہے اس پر عمل پیرا ہو کر آپ صرف ٹینس ہی نہیں، زندگی کے ہر کھیل اور کام میں کامیابی اور سرخروئی حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ آپ صرف آج کے بارے میں سوچیں اور اپنی ساری توجہ ان معاملات پر مرکوز رکھیں جنہیں آپ آج کے دن سرانجام دینا چاہتے ہیں۔ جس طرح گزرے ہوئے کل کو واپس لانا آپ کی طاقت سے باہر ہے، اسی طرح آنے والے کل کے بارے میں بھی آپ حتمی طور پر کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ کیا وہ طلوع ہی نہ ہو۔

کسی نے دوش دیکھا ہے نہ فردا

فقط امروز ہے تیرا زمانہ

آپ امروز کی خیر منائیے اور زندہ رہنا سیکھئے آپ دیکھیں گے یہیں آپ کی کامیابی اور مسرتوں کی کنجی ہے۔

ایک مشہور چینی ضرب المثل ہے۔ کل کی فکر نہ کریں، وہ خود اپنی فکر کرے گا۔ آپ کے لئے آج کی فکر ہی کافی ہے۔ زمانہ جدید کے نام ماہرین نفسیات اس سے کامل اتفاق رکھتے ہیں امروز کو خوشگوار اور کامیاب بنانے کے لئے ضروری ہے کہ آپ گزرے ہوئے کل اور آنے والے ان دیکھے کل کا بوجھ بیک وقت اٹھا کر آگے بڑھنے

کی کوشش نہ کریں۔ اس سے بڑے بڑوں کے قدم ڈگمگاتے ہیں اور زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔ اس طرز عمل کو جس قدر جلد خیر باد کہا جائے اتنا ہی مفید ہے۔ ماضی پر کڑھنا یا مستقبل کے ان جانے اندیشوں سے ہر وقت لرزہ بر اندام رہنا یکساں نقصان دہ ہے۔ دونوں صورتوں میں ذہنی پریشانیاں اور تفکرات کامیابی کے راستے میں دیوار بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔

میری ان معروضات کا یہ مطلب نہیں کہ انسان مستقبل سے بالکل بے فکر ہو جائے۔ ماضی اور مستقبل بہر حال انسانی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ حال کو ان سے الگ کر کے آپ زندگی کی دوڑ نہیں جیت سکتے۔ اپنے اہل و عیال کی بہبود کے لئے منصوبہ بندی کرنے میں کوئی قباحت نہیں، بڑھاپے کے لئے پس انداز کیجئے، ترقی کرنے اور آگے بڑھنے کے لئے تجویزیں سوچئے، تیاریاں کیجئے غرض بڑی خوشی سے آنے والے کل کی فکر کیجئے۔ ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ اعتدال کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوٹے، ورنہ ماضی یا مستقبل کی طرف زیادہ جھکاؤ آپ کی ساری زندگی کو تپٹ کر کے رکھ دے گا اور ناکامیوں اور حسرتوں کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

ٹھنڈے دل و دماغ اور سکون کے ساتھ سوئیں، تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ مستقبل کی ضروریات سے بحسن و خوبی عہدہ برآمد ہونے کے لئے پہلے حال سے نمٹنا از حد ضروری ہے، اس کے لئے تیاری کا بہترین اور احسن طریقہ یہی ہے کہ ہم اپنی ساری ذہانت، قوت، توانائی اور جوش و خروش کو آج کے کام مکمل کرنے اور آج کے معاملات نمٹانے میں صرف کر دیں۔ آپ دیکھیں گے، ایک خوشگوار دن کس طرح خود بخود ایک خوشگوار مستقبل کی ضمانت بن جاتا ہے۔

کام اور ذمہ داریاں آپ کی توجہ کی کی منظر ہوتی ہیں دن کی کامیابی اور خوشگوار کی انحصار بڑی حد تک آپ کے رویے اور طرز فکر پر ہے اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ آپ دن کا استقبال کس طرح کرتے ہیں۔ کاروبار حیات میں حصہ لینے کے لئے ہنستے مسکراتے بیدار ہوتے ہیں یا مجبوراً اٹھنا پڑتا ہے۔ کہیں آپ دن کی روشنی میں آنے سے تو نہیں گھبراتے کہ اس میں زندگی کے تلخ حقائق کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ آزمودہ بات ہے کہ انسان اگر مسکراتا ہوا بیدار ہو، تو اس کا سارا دن ہنسی خوشی سے بسر ہوتا ہے۔ میرے ایک دوست ہیں، ان کی برسوں پرانی عادت ہے۔ روزانہ صبح سویرے آنکھ کھلتی ہے، تو زور سے پکار اٹھتے ہیں خوش آمدید نئی صبح، ان کی زندگی بڑی کامیاب اور قابل رشک ہے ان کا کہنا ہے یہ مختصر سا جملہ اپنے اندر جادو کا اثر رکھتا ہے۔ منہ سے نکلتے ہی یوں محسوس ہوتا ہے، گویا نیا جنم لیا ہے۔ یقین جانئے یہ اصول آپ کے لئے بھی اسی طرح کامیابی و کامرانی کا ضامن ہے آگے بڑھ کر نئے دن کا استقبال کیجئے آپ کا ہر دن خوشگوار اور کامیاب ثابت ہوگا، اس کے حصول کے لئے کوئی گراں قدر رقم خرچ کرنا نہیں پڑتی بلکہ اپنی سوچ میں تھوڑی سی خوشگوار تبدیلی کی ضرورت ہوتی ہے اس سے یہ مقصد بخوبی حاصل ہو جاتا ہے اس عادت کو اپنا لینے کے بعد آپ خود بخود محسوس کریں گے کہ آپ کے اندر ہر قسم کی پریشانیوں اور ناموافق حالات سے بچنے کے لئے قدر نے بے پناہ صلاحیتیں ودیعت کر رکھی ہیں۔

جو لوگ صبح کے وقت روتے اور بڑبڑاتے ہوئے بیدار ہوتے ہیں۔ ان کا پورا دن حسرت و ناکامی کی تفسیر بن جاتا ہے ہر نئی صبح ان کے لئے مایوسی اور شکست کا پیغام لے کر طلوع ہوتی ہے۔ ایسے لوگ ہمیشہ خسارے میں رہتے ہیں ان کو زندگی میں قدم قدم پر جن ناکامیوں اور شکستوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ان کا اثر صرف ان کی اپنی ذات

تک محدود نہیں رہتا، بلکہ ان سے ملنے جلنے والے لوگ بھی متاثر ہوتے ہیں، کیونکہ

افردہ دل افسردہ کنڈا نہجے را

اپنا جائزہ لے کر دیکھ لیجئے، کہیں آپ انہی لوگوں کی صف میں تو نہیں کھڑے ہیں۔ آپ ان کے ساتھ مل کر معاشرے میں روتے بسرتے اور نا کام لوگوں کی تعداد میں اضافہ نہ کریں۔ مایوسی اور نا کامی کا جو سلسلہ ایک دن سے شروع ہوتا ہے۔ بتدریج بڑھتا ہوا انسان کی پوری زندگی پر محیط ہو جاتا ہے اور اس کی ساری زندگی رونے دھونے اور بڑبڑاتے میں گزرتی ہے۔

نشیب و فراز زندگی کا لازمہ ہیں، حالات ہمیشہ یکساں نہیں رہتے، ان میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے۔ ضروری ہے کہ اس حقیقت کو صدق دل سے تسلیم کر لیا جائے ایسا کرنے سے آپ کی نصف سے زیادہ پریشانیاں از خود دور ہو سکتی ہیں ساری زندگی کامیابی اور کامرانی سے کٹنا ناممکن ہے عجب نہیں کہ حالات کا شدید دباؤ کسی مرحلے پر آپ کی زندگی دو بھر کر دے۔ ایسے حالات سے پریشان ہو کر فرار کی راہیں تلاش کرنا مردانگی نہیں۔ یاد رکھیے ہر وہ دن جو طلوع آفتاب کے ساتھ نمودار ہوتا ہے، بالآخر گزر جاتا ہے اور اس کے بطن سے لازماً نیا دن طلوع ہوتا ہے اگر کسی روز آپ کے حصے میں صرف نا کامیاں اور حسرتیں آئیں تو اس پر ماتم کرنے کی ضرورت نہیں۔ رات کی تاریکی میں اپنا تمام غم اور اندیشے دفن کر کے اس کا بوجھ اپنی گردن سے اتار پھینکتے تاکہ فردا کا مقابلہ کرنے کے لئے آپ کی تمام ذہنی صلاحیت اور جسمانی قوت محفوظ رہے۔ اگر آپ زندگی کے روشن پہلو دیکھنے کے عادی ہیں اور ہر صبح نئے دن کا سامنا کرنے کی ہمت رکھتے ہیں، تو یقین جانئے جیت بلا آخر آپ کی ہوگی۔ برے سے برے حالات میں بھی آپ اپنی تسکین، خوشی اور اطمینان کا کوئی نہ کوئی پہلو ضرور نکال سکتے ہیں۔

ایک افسر اعلیٰ کا ذکر ہے جس کے کندھوں پر بڑی نازک ذمہ داریاں تھیں، ہر روز جب دفتری اوقات ختم ہو جاتے وہ بڑی باقاعدگی سے کیلنڈر پر سے اس دن کی تاریخ الگ کر کے پھاڑ ڈالتا۔ اس کا کہنا تھا یہ علامتی نشان ہے اس بات کا کہ دن ختم ہو گیا ہے اور اس روز کی پریشانیاں بھی ختم ہو گئیں۔ شام کو گھر پہنچنے کے بعد میرا ذہن دفتری امور کی ہر پریشانی اور فکر سے آزاد ہوتا ہے، کیونکہ میں نے اپنا ہر کام اپنی عقل اور سوجھ بوجھ کے مطابق پوری جانفشانی سے سرانجام دیا تھا۔ یاد رکھیے، حقیقی خوشی اور دلی اطمینان اپنے فرائض کی تکمیل اور انجام دہی میں مضمر ہے ان سے پہلو تہی کر کے محض مسکرا دینے یا منصوبے تیار کرنے سے آپ کسی دن کو خوشگوار نہیں بنا سکتے اس کے لئے آپ کو لازماً اپنے روزمرہ کے کام پوری تدریج، خلوص نیت اور بھرپور کوشش سے سرانجام دینے ہوں گے۔

روزمرہ کے مسائل و مشکلات آپ کی خدا داد صلاحیتوں کے لئے ایک چیلنج ہیں اس چیلنج کو کھلے دل اور مسکراتے چہرے سے قبول کر کے ڈٹ جائیے اپنے ہر نئے دن کا آغاز اس جذبے سے کیجئے کہ آپ آج دوسروں کے لئے بہت کچھ کر سکتے ہیں اور جب دن ختم ہو، تو آپ پوری طرح مطمئن ہوں کہ دنیا میں لازماً کوئی نہ کوئی فرد ایسا بھی ہے جو آپ کے وجود سے فیضاب ہوا ہے اور اس کے لئے خداوند کریم کا شکر گزار ہے۔ یہ خیال آپ کو زندگی کے بارے میں ایک محرک، لگن اور واضح مقصد کے ساتھ ساتھ لطف و مسرت کی بے پناہ دولت سے مالا مال کر دے گا۔



کیا صحت مند انسان کو غصہ آنا چاہیے؟

یہ ایک بڑا اہم سوال ہے کہ کیا صحت مند آدمی کو غصہ آنا چاہیے؟ یہ جواب کسی حد تک درست ہے کہ صحت مند آدمی کو غصہ نہیں آنا چاہیے لیکن مکمل طور پر صحت مند آدمی بھی بہت زیادہ ناموافق حالات کی صورت میں غصہ کی حالت میں ردِ عمل ظاہر کر سکتا ہے۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ ایک صحت مند انسان یہ صلاحیت بھی رکھتا ہے کہ وہ اس کیفیت پر قابو پالے اور نہ صرف اس کی شدت بلکہ دورانیے کو بھی کم کر دے۔ صحت مند انسان سے مراد ذہنی طور پر متوازن اور جذباتی کیفیات پر قابو پانے والا فرد ہے۔ اس کے برعکس ذہنی طور پر جلد اثر پذیر ہو جانے والے لوگ زیادہ حساس ہوتے ہیں۔ وہ بات بات پر بلاوجہ چڑ جاتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں اپنا اور دوسروں کا سکون خراب کر دیتے ہیں۔ لہذا یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ صحت مند آدمی بھی انتہائی ناموافق حالات میں غصے کا شکار ہو سکتا ہے لیکن وہ اس پر قابو پانا بھی جانتا ہے۔ جب کہ اس کے برعکس حساس قسم کے لوگ ایسے حالات کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور جلد ہی اعصابی کشیدگی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ان کا ردِ عمل منفی قسم کا ہوتا ہے ایسے لوگ جلد ہی اعصابی شکست رینختے کا شکار ہو کر اپنا سکون برباد کر لیتے ہیں۔ یہ کہنا درست ہو گا کہ غصہ انسانی فطرت ہے لیکن ایک خاص حد تک، ایک خاص عرصے تک اور ایک خاص شدت کے ساتھ۔ نازل انسان میں غصہ بہت کم عرصے کے لئے اور شدت میں کم ہوتا ہے۔

کیا غصے کے مثبت اثرات ہو سکتے ہیں؟

بعض ماہرین نفسیات کے خیال میں غصے کے بعض اوقات مثبت اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں لیکن مثبت اثرات منفی اثرات سے کم ہوتے ہیں۔ یہ مثبت اثرات بھی خاص حد تک اور مخصوص حالات میں ظاہر ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک انسان بے روزگار ہے اسے ہر وقت یہ احساس دامن گیر رہتا ہے کہ وہ بے کار زندگی گزار رہا ہے۔ حتیٰ کہ اسے اپنی ذات پر غصہ آنا شروع ہو جاتا ہے۔ جس کے نتیجے میں وہ روزگار کی تلاش میں نکل جاتا ہے اور اپنی منزل کو پالیتا ہے۔ ایک طالب علم جو اپنی پڑھائی پر توجہ نہیں دیتا اور والدین اس پر غصے کا اظہار کرتے ہیں تو وہ قدرے خوفزدہ ہو کر تعلیم پر توجہ دینا شروع کر دیتا ہے۔ بعض لوگ اپنے فرائض میں غفلت اور بے پروائی سے کام لیتے ہیں لیکن جب انہیں اس بات کا احساس دلایا جاتا ہے تو وہ اپنی ذات کو بالائے طاق رکھ کر اپنے فرائض بطریق احسن انجام دینے لگتے ہیں۔ جب انسان اپنے مقصد میں ناکام ہو جاتا ہے تو اسے ناکامی پر غصہ آتا ہے جس کے نتیجے میں وہ کامیابی کے لئے جدوجہد کرتا ہے۔

لہذا غصہ بعض اوقات انسان کے اندر توانائی پیدا کر دیتا ہے اور وہ ایسے کام کر جاتا ہے جو اس کے لئے ناممکن ہو۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

غصہ کب نقصان کا باعث بنتا ہے

غصہ اس وقت نقصان کا باعث بن جاتا ہے۔ جب یہ بار بار آنے لگے یعنی انسان اتنا احساس ہو جاتا ہے کہ اسے بات بے بات غصہ آنا شروع ہو جاتا ہے۔ مارل

حالات بھی اسے اعصابی کشیدگی کا شکار کر دیتے ہیں۔ زیادہ دیر تک رہنے والا غصہ بھی نقصان دہ ہوتا ہے۔ یہ بات مشاہدے میں آئی ہے کہ اگر غصہ آ کر جلد اتر جائے یعنی تھوڑے عرصے کے لئے ہو تو وہ کم نقصان کا باعث بنتا ہے۔ لمبے عرصے تک برقرار رہنے والا غصہ زیادہ نقصان کا باعث بنتا ہے۔ کیونکہ یہ کیفیت زیادہ دیر تک اعصابی نظام کو درہم برہم کئے رکھتی ہے۔ سب سے اہم بات غصے کی شدت ہے۔ شدید غصے کی صورت میں انسان تیزی سے ردِ عمل ظاہر کرتا ہے۔ شدت والا غصہ اعصابی نظام کو تیزی سے ابنا رمل کر دیتا ہے۔ چنانچہ قارئین کرام اب یہ بات اچھی طرح جان گئے کہ غصہ کب نقصان کا باعث ہوتا ہے۔

غصے کے اظہار کے طریقے

آپ کے لئے یہ بات جاننا زیادہ دلچسپی کا سبب ہوگا کہ انسان غصے کا اظہار کس طرح کرتا ہے۔ ہر انسان غصے کو مختلف طریقوں سے ظاہر کرتا ہے۔ بعض لوگ غصے کی حالت میں صرف دلائل دیتے ہیں لیکن ان کے دلائل میں شدت زیادہ ہوتی ہے۔ یعنی وہ تیزی سے اور زور دے کر اپنی بات منوانا چاہتے ہیں۔ اگر ان کی بات مان لی جائے تو وہ نارمل ہو جاتے ہیں۔ یہ طبقہ عام طور پر پڑھے لکھے لوگوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس کے برعکس بعض لوگ غصے کی حالت میں توڑ پھوڑ شروع کر دیتے ہیں۔ جس سے ماحول میں خوف و ہراس پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ لوگ دوسروں پر خوف طاری کر کے اپنی بات منوانا چاہتے ہیں۔ غصے کے اظہار کا یہ طریقہ بعض اوقات بے حد تک خطرناک

ثابت ہوتا ہے اور نقصان کا سبب بنتا ہے۔ غصے کے اظہار کا ایک تیسرا طریقہ بھی ہے جو اوپر دیئے گئے دونوں طریقوں سے مختلف ہے اس طریقے میں لوگ نہ دلائل دیتے ہیں اور نہ توڑ پھوڑ کرتے ہیں بلکہ وہ خود اپنے اندر ایسی کیفیت پیدا کر دیتے ہیں جو غصے کے اظہار کا باعث بنتی ہے۔ غصے کی حالت میں ان کا اعصابی تناؤ بڑھ جاتا ہے۔ چہرہ سرخ ہو جاتا ہے۔ ان پر ایک اضطرابی اور جذباتی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، جس کے نتیجے میں لوگ یہ سمجھ جاتے ہیں کہ اس شخص کو غصہ آ گیا ہے۔

غصے کا مقصد

کسی بھی جذباتی کیفیت کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہوتا ہے مثلاً جب انسان کسی سے دور بھاگتا ہے یا اسے ناپسند کرتا ہے تو وہ ایک مخصوص کیفیت طاری کر لیتا ہے جسے نفرت کہتے ہیں۔ اسی طرح جب کسی کی شخصیت سے متاثر ہوتا ہے تو اس کے قریب تر ہو جاتا ہے اور اس کے ذہن میں اس شخص کے لئے ایک مخصوص کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ جسے محبت کہا جاتا ہے۔ غصہ بھی ایک کیفیت اور رد عمل ہے جو مخصوص حالات میں پیدا ہوتا ہے۔ انسان بعض اوقات ناپسندیدگی کا اظہار کرنے کے لئے یہ کیفیت طاری کر لیتا ہے اور بعض اوقات اپنی کوئی بات منوانے کے لئے کسی عمل کو جلد مکمل کرنے کے لئے بھی غصے کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ لہذا غصے کے مختلف حالات میں مختلف مقاصد ہوتے ہیں۔

کیا غصہ ضروری ہے؟

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا بعض حالات میں غصہ ضروری ہے؟ یہ کہنا درست ہوگا کہ انسان دلائل اور نرمی سے دوسروں سے جو کام لے سکتا ہے وہ غصے کی حالت میں نہیں

لے سکتا بلکہ اس حالت میں وہ الٹا اپنا نقصان کر بیٹھتا ہے۔ اس لئے انسان کے لئے لازم ہے کہ اپنے جذبات پر قابو رکھے اور نرمی اور وقار سے اپنی بات دوسرے تک منتقل کر دے۔ تاہم بعض حالات میں اگر ایسی کیفیت پیدا ہو جائے تو اسے فوراً کنٹرول کرنا چاہیئے۔

غصے کے نقصانات

غصے کے مختلف پہلوؤں میں سب سے اہم پہلو اس کے نقصانات پر روشنی ڈالنا ہے۔ جب تک انسانی عقل و ذہن کے اس دشمن پر تفصیل سے روشنی نہ ڈالی جائے اس وقت تک اس پر قابو پانا اور اس سے بچنا بے حد مشکل ہو جاتا ہے۔ غصہ انسانی ذہن کو نقصان پہنچانے کے ساتھ ساتھ بہت سے ایسے نقصانات بھی پہنچاتا ہے کہ زندگی ایک تلخ حقیقت بن کر رہ جاتی ہے اور انسان اپنی شخصیت کا توازن بھی کھو بیٹھتا ہے۔ غصے کے نقصانات درج ذیل ہیں۔

غصے کی حالت میں انسانی ذہن بالکل ماؤف ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں وہ معمولی کام بھی سرانجام نہیں دے سکتا اور مرہ کے معمولات میں تبدیلی آ جاتی ہے۔ غصے کی حالت میں جذباتی توازن خراب ہو جاتا ہے۔ جس کے نتیجے میں انسانی رویے میں تبدیلی واقع ہو جاتی ہے۔

غصے کی حالت میں شخصیت میں وہ کشش نہیں رہتی جو کہ نارمل حالات میں ہوتی ہے۔ غصے کی حالت میں انسان کسی محفل میں جانے کے قابل نہیں رہتا جس کے نتیجے میں وہ سماجی کردار ادا نہیں کر سکتا۔

غصے کی حالت میں مہمانوں، دوستوں اور عزیز واقارب سے رویے میں تبدیلی آ جاتی ہے جس سے نہ صرف انسان ان کی نظر میں گر جاتا ہے بلکہ اپنے ایک سماجی اور

اخلاقی حق سے محروم ہو جاتا ہے۔

غصے کی حالت میں یادداشت میں کمی آ جاتی ہے اور دماغی صلاحیتیں بھی کم ہو جاتی ہیں۔

غصے کی حالت میں انسان حالات کا مقابلہ درست طور پر نہیں کر سکتا بلکہ غصہ اسے آئندہ کے ناموافق حالات کا مقابلہ کرنے کا بھی اہل نہیں چھوڑتا۔

غصے کی حالت میں انسان کی سوچ منفی ہو جاتی ہے۔ جس کے نتیجے میں انسان ایسے نتائج پر پہنچ جاتا ہے یا فیصلے کر لیتا ہے جو اس کے لئے نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں۔

غصے کی وجہ سے بعض ذہنی اور جسمانی عوارض پیدا ہو جاتے ہیں۔ جن میں بلڈ پریشر، معدے کا السر، سر کا درد اور ڈپریشن وغیرہ شامل ہیں۔



10000 اقوال زریں

پاکستان میں پہلی بار حروفِ حبی کی ترتیب سے اقوال زریں پر ایک جامع کتاب۔
دنیا کی نامور شخصیات کی زندگی اور تجربات و مشاہدات کا نیچوڑ۔ عظیم مفکروں،
دانشوروں، فلسفیوں، بزرگوں، سائنس دانوں، مورخوں اور ادیبوں کے خوبصورت
اور پراثر اقوال پر مشتمل، دس ہزار ایک اقوال کا مجموعہ۔ دنیا بھر کی کتابوں سے مؤثر
و زندگی سے ہر شعبہ سے متعلق ہزاروں اقوال زریں کا خوبصورت اور دلکش
انتخاب۔ طالب علموں اور ہر عمر کے افراد کے لیے اقوال زریں کا انسائیکلو پیڈیا۔

قیمت: ۱۰ روپے

اصلی سفید کاغذ

صفحہ: 704

شمع بک لیبجنسی
نویڈ اسکوائر کراچی
نیو اردو بازار

دوسروں پر جادو کیجئے

ذاتی و ادبی
عقائد

15 اصول

کی گزرنے سے اصول

زیادگی کو بخش دے امیر بانی کارزار

عالمی تعلقات

پریشان ہونا چھوڑیے

ہما کامی سے بچنے کا فن

توت اراد کی کا جادو

دولت و شہرت کا نیند

گزشتہ گو کا فن